History of Pandemics and Their Effects: An Analysis from the Perspective of Islamic Thought

Muhammad Zia-ul-Haq[❁]
Muhammad Riaz Mahmood[❁]

ABSTRACT

Throughout human history, pandemics and epidemics gave rise to a wide range of problems and sufferings that had adverse effects on all aspects of life, including the economy, industry, educational institutions, and places of worship. Muslim societies were also inflicted by pandemics many times. They, however, not only struggled hard to remove spiritual causes of these diseases but also paid full attention to their medical treatment. In the light of Islamic teachings, Muslim physicians and scholars conducted extensive research to diagnose these diseases and discover various methods of appropriate medicine and treatment. They also educated and encouraged masses to adopt various precautionary measures. Lasting effects of Muslim scientists' efforts to save

---

❁ Professor of Sharīʻah and Islamic Law/Director General, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad. (muhammad.ziaulhaq@iiu.edu.pk)

❁ Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat. (dr.riazmahmood@uog.edu.pk)

humanity from these pandemics are manifest. However, the contribution of Muslim civilization to the prevention of pandemics has not been properly explored. This research paper aims to fill this gap by highlighting the contribution of Muslim civilization to the prevention and cure of infectious diseases.

وبائی امراض کی تاریخ اور ان کے اثرات: فکر اسلامی کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

محمد ضیاء الحق ۞

محمد ریاض محمود ۞

۱- موضوعِ تحقیق کی اہمیت اور تہذیبی پس منظر

آبادی کے بیش تر حصے کو متاثر کرنے والی بیماریوں کو وبائی امراض (Epidemics and Pandemics) کہا جاتا ہے۔ کوئی بیماری پوری دنیا میں پھیل جائے تو اسے Pandemic قرار دیا جاتا ہے، جب کہ وہ وبائی مرض جو ایک مخصوص علاقے تک محدود رہے، اسے Epidemic کہا جاتا ہے۔ ان دونوں اصطلاحات کی متعدد تعاریف کی گئی ہیں۔ Epidemic کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ وہ بیماری ہے جو

> "Normally absent or infrequent in a population but liable to outbreaks of greatly increased frequency and severity," or a "temporary but widespread outbreak of a particular disease."(1)

("(یہ وہ بیماری ہے جو) کسی آبادی میں عموماً معدوم ہوتی ہے یا کبھی کبھار ہی ظاہر ہوتی ہے تاہم اس کے بڑے پیمانے پر شدت سے پھوٹ پڑنے کا امکان موجود رہتا ہے" یا پھر "کسی خاص بیماری کے عارضی مگر بڑے علاقے پر محیط پھیلاؤ (کو Epidemic کہا جاتا ہے)"۔)

آکسفورڈ ڈکشنری میں Epidemic کی یوں تعریف کی گئی ہے:

> The rapid spread of a disease among many people in the same place. (2)

۞ پروفیسر شریعہ و اسلامک لا / ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (muhammad.ziaulhaq@iiu.edu.pk)

۞ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات۔ (dr.riazmahmood@uog.edu.pk)

1- J. N. Hays, *Epidemics and Pandemics: Their Impacts on Human History* (Santa Barbara: ABC-CLIO, 2005), xi.

2- A. S. Hornby, *Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English*, ed. Jonathan Crowther (Oxford: Oxford University Press, 1995), 387.

(کسی بیماری کا ایک ہی علاقے میں رہنے والے بہت سے افراد میں تیزی سے پھیلاؤ (Epidemic) کہلاتا ہے)۔

اس بات پر کوئی متفقہ رائے نہیں پائی جاتی کہ وبائی مرض کتنے علاقے میں اور کس حد تک پھیلا ہو تو اس کے لیے Epidemic کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ اس اصطلاح کی ایک نسبتاً زیادہ واضح تعریف میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ بیماری ہے جو وسیع پھیلاؤ (Excessively Prevalent)[3] رکھنے والی ہو۔

Epidemic اس وقت Pandemic بن جاتی ہے جب اس کا پھیلاؤ عالم گیر ہو جاتا ہے؛ جیسا کہ کہا جاتا ہے:

> A pandemic is simply an epidemic on a very wide geographical scale, perhaps worldwide, or at least affecting a large area of the world. But again, no quantitative measure exists that establishes when an epidemic becomes a pandemic.[4]

(جب کوئی Epidemic بہت بڑے جغرافیائی علاقے میں پھیل جائے اور اس سے متعدد علاقوں یا عالمی طور پر لوگ متاثر ہونے لگ جائیں تو اسے Pandemic کہا جاتا ہے۔ تاہم پیائش و تخمینے کا کوئی ایسا متعین معیار نہیں ہے جو یہ بتائے کہ کب کوئی Epidemic اپنے پھیلاؤ اور حجم کے اعتبار سے Pandemic میں تبدیل ہو جاتی ہے۔)[۵]

اردو میں ان دونوں اصطلاحات کے لیے "وبا" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لفظ "وبا" اردو زبان میں عربی سے ماخوذ ہے؛ اردو میں یہ اسم مؤنث، جب کہ عربی میں اسم مذکر ہے۔ اس سے مراد وہ مرض ہے جو ایک فرد کے ذریعے دوسرے فرد کو بڑی تیزی سے متاثر کرتا ہے، اس لغوی و اصطلاحی مفہوم کے پس منظر میں متعدی بیماری وبا کہلاتی ہے۔[۶] عالمی ادارۂ صحت نے Pandemic کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

3– *Webster's Seventh New Collegiate Dictionary* (Springfield: G. & C. Merriam Company, 1963), 279.

4– Hays, *Epidemics and Pandemics*, xi.

۵– Epidemic اور Pandemic کی مزید تعریفوں کے لیے دیکھیے:
Ibid; Paul Hackett, *A Very Remarkable Sickness: Epidemics in the Petit Nord, 1670-1846* (Manitoba: University of Manitoba Press, 2002); Julie Silver and Daniel Wilson, *Polio Voices: An Oral History from the American Polio Epidemics and Worldwide Eradication Efforts* (West Port, Connecticut: Praeger, 2007); J. N. Hays, *The Burdens of Disease: Epidemics and Human Response in Western History* (New Jersey and London: Rutgers University Press, 2009).

۶– سید احمد دہلوی، **فرہنگ آصفیہ** (لاہور: قدیمی کتب خانہ، ۲۰۰۸ء)، ۴: ۶۴۵؛ مبارک بن محمد الجزری ابن الاثیر، **النهاية في غريب الحديث والأثر** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۷ء)، ۱: ۲۳۷۹۔

A pandemic is the worldwide spread of a new disease. [7]

(کسی نئی بیماری کے عالمی پھیلاؤ کو Pandemic کہتے ہیں۔)

Merriam-Webster میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

An outbreak of a disease that occurs over a wide geographic area and affects an exceptionally high proportion of the population. [8]

(کسی بیماری کا ایسا پھیلاؤ جو وسیع و عریض جغرافیائی علاقے میں ہو اور اس سے وہاں کی آبادی کا غیر معمولی حصہ متاثر ہو جائے۔)

Epidemic کے لیے *Merriam-Webster* میں درج ذیل الفاظ لکھے گئے ہیں:

Affecting or tending to affect a disproportionately large number of individuals within a population, community, or region at the same time. [9]

((ایسی بیماری جو) کسی آبادی، گروہ یا علاقے کے بہت سے افراد کو ایک ہی وقت میں متاثر کرے۔)

مذکورہ بالا تعریفات کے تناظر میں کسی ایک آبادی، علاقے یا ملک تک محدود رہنے والے وبائی مرض کو Epidemic کہا جاتا ہے، جب کہ مختلف ممالک میں پھیل جانے والی عالمی وبا کو Pandemic کہا جاتا ہے۔

قدیم انسانی تاریخ سے لمحۂ موجود تک وبائی امراض نے ایسے کثیر جہتی مسائل و مصائب کو جنم دیا ہے جن کے نتیجے میں معیشتوں، صنعتوں، تعلیمی اداروں اور عبادت گاہوں سمیت تمام اُمور و معمولاتِ حیات اور ادارے تعطّل و غیر یقینی کیفیات کا شکار رہے ہیں۔ شاید ہی کرۂ ارض کا کوئی ملک یا حصہ ایسا ہو جہاں وباؤں نے انسانوں کو تباہی و ہلاکت میں مبتلا نہ کیا ہو۔ یہ جان لیوا امراض طاعون، بخار، نزلہ، زکام، کالی موت، ہیضہ، ٹائی فائیڈ، خسرہ، چیچک اور دیگر کئی علاقائی ناموں سے ظاہر ہو کر انسانوں کو پریشانی اور بے بسی سے دوچار کرتے رہے ہیں۔ ان کے متعدی ہونے کے اسباب و ذرائع مختلف رہے ہیں؛ عموماً یہ مختلف اقسام کے جانوروں، پرندوں اور حشرات کے سبب شروع ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات سور، چوہا، پسو، چمگادڑ، کتا، بلی، بندر، کھٹمل، مخصوص اقسام کی مکھیاں، گھریلو جانور، لمبی اڑان

7– World Health Organization, accessed 27 March, 2020 https://www.who.int/csr/disease/swineflu/frequently_asked_questions/ pandemic/en/

8– Merriam-Webster, accessed 27 March, 2020 https://www.merriam-webster.com/dictionary /pandemic

9– Merriam-Webster, accessed 27 March, 2020 https://www.merriam-webster.com/ dictionary/ epidemic

بھرنے کی صلاحیت رکھنے والے پرندے ، غیر صحت مند پانی و ہوا اور صفائی ستھرائی کے ناقص انتظامات وبائی صورتِ حال کا باعث بنتے ہیں۔

چھوت کی خاصیّت کے حامل ان امراض کی علامات اور ان کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات بھی ہر دور اور علاقے میں یکساں نہیں رہے۔ عمومی طور پر ایسی صورت حال میں مریضوں کی طرف سے بخار، کھانسی، سینے میں درد، سانس لینے میں تکلیف، پیاس کی شدت، زبان اور گلے کا پکڑا جانا، آنکھیں سرخ ہوجانا، زبان میں کسی چیز کو چکھنے اور ذائقہ محسوس کرنے کی صلاحیت کا خاتمہ ہوجانا، قے اور دست کی شکایات موصول ہوتی ہیں۔ ایسے پیچیدہ اور موذی امراض سے بچاؤ اور ان سے متاثرہ مریضوں کے علاج کے لیے بھی ماضی میں انسانوں نے کسی ایک طریقۂ کار اور حکمتِ عملی پر اتفاق و یکجہتی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مختلف مذہبی گروہ، حکومتیں اور اقوام اس سلسلے میں مختلف حفاظتی تدابیر اختیار کرتی رہی ہیں اور علاج کے لیے مختلف مذہبی، روحانی اور طبی نسخے استعمال میں لاتی رہی ہیں۔

اسلامی تہذیب وتمدن کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم معاشروں کو بھی کئی بار خطرناک امراض سے واسطہ پڑا؛ خصوصاً رسول اکرم ﷺ ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، المقتدی بامر اللہ، عثمانی خلفا اور مغل حکم رانوں کے مختلف ادوار میں یہ امراض مختلف مہلک اشکال میں حملہ آور ہوتے رہے۔ مسلمانوں نے جہاں عمومی زندگی میں نفسی امراض کے خاتمے کی جدوجہد کی وہیں ان متعدی امراض کے تدارک پر بھی توجہ مرکوز کی۔ اس ضمن میں ایک رائے یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات — خصوصاً نبوی ہدایات — کی روشنی میں مسلم اطبا وحکما نے ان امراض کی تشخیص، مناسب دوا اور علاج کے مختلف طریقوں پر تحقیقات کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف نوعیتوں کی حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی تعلیم وترغیب کا بھی اہتمام کیا۔ مسلمانوں نے اس ضمن میں مختلف کُتب تحریر کیں، شفاخانے تعمیر کیے، لیبارٹریاں قائم کیں، فرسودہ خیالات کی تنقیح کی اور مریضوں کے علاج کے ضمن میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی پاس داری کی۔ وبائی امراض سے نجات حاصل کرنے کے ضمن میں مسلمانوں نے جس مثالی ردعمل کا مظاہرہ کیا اُس کے علمی، تحقیقی، طبی، سماجی اور تمدنی حوالوں سے دیرپا اثرات اسلامی تہذیب کے مختلف مظاہر پر نمایاں حیثیت سے محسوس کیے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کی تاریخ وتہذیب سے وابستہ اس شان دار علمی وفکری پسِ منظر کے برعکس دورِ حاضر میں اسلامی تہذیب وتمدن کے زوال کی وجہ سے دوسری رائے یہ بھی پائی جاتی ہے کہ مسلمانوں نے وبائی امراض کے خاتمے کے ضمن میں کوئی قابلِ ذکر کردار ادا نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ حفاظتی تدابیر کو اختیار کرنے سے بھی ہچکچاتے

رہے ہیں۔[۱۰] ان دونوں آرا میں سے درست رائے کی نشان دہی تجزیہ و تحلیل پر مشتمل تحقیقی مطالعے سے ہی ہو سکتی ہے۔ فکرِ اسلامی میں وبائی امراض سے بچاؤ کی مختلف تدابیر، ان امراض کے اسباب کی تشخیص و تلاش، علاج کے مختلف طریقوں اور نتائج واثرات کا تجزیہ علمی حلقوں اور تہذیبی ارتقا کی تاریخ وروایات سے دل چسپی رکھنے والوں کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسلامی فکر سے متعلق مطالعات و تجزیات کے ضمن میں اس اہم اور منفرد علمی ضرورت کی تکمیل کے لیے ہی زیرِ نظر تحقیقی مقالہ تشکیل دیا گیا ہے۔

مقالہ ہذا میں متنوع طرق تحقیق کو اختیار کیا گیا ہے۔ وباؤں کی قدیم تاریخ اور اسلامی تاریخ کے مختلف مراحل میں وباؤں کی صورت حال کا جائزہ تاریخی تحقیق کے اصولوں کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن پر وباؤں کے کثیر جہتی اثرات اور مختلف علمی حلقوں کے ردِّ عمل کے جائزے کے لیے سماجی علوم اور مطالعۂ تہذیب کے اصولوں کو استعمال کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس مطالعے کے لیے اصول الدین، اصول تاریخ، سماجی علوم کے اصول اور تہذیبی مطالعے کے اصولوں کا استعمال کرتے ہوئے تحقیق مکمل کی گئی ہے۔

وبائی امراض سے متعلق مختلف مباحث کے مطالعے کے لیے مقالے کو آٹھ اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے جُز میں زیرِ بحث موضوع کی علمی اہمیت اور اس کے تہذیبی پسِ منظر کو واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے جُز میں وبائی امراض کی عمومی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ تیسرے جُز میں مسلم معاشروں میں وبائی امراض کی تباہ کاریوں کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھا جُز وباؤں سے بچاؤ کی اُن تدابیر اور طریقہ ہائے علاج سے بحث کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات اور اُن سے متعلق مسلمانوں کی تحقیقات سے ماخوذ ہیں۔ پانچویں جُز میں وباؤں کے اُن ایجابی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے جو اسلامی تہذیب و تمدن پر مرتب ہوئے۔ چھٹا جُز وباؤں کے مسلمانوں پر سلبی اثرات سے بحث کرتا ہے۔ ساتواں جُز مستقبل میں وبائی امراض سے بچاؤ کے لائحۂ عمل کو بیان کرتا ہے اور آٹھویں جُز میں نتائج بحث کو بیان کیا گیا ہے۔

وبائی امراض پر کئی صدیوں میں جو تحقیقی کام ہوا اور جس کا ذکر اس مقالے میں کیا گیا، کرونا کی وبا کی وجہ سے وہ دوبارہ منظر عام آیا ہے۔ اس مواد کو معاصر تحقیقات میں استعمال کیا جانے لگا ہے اور اس کے ذریعے کرونا کی وبا کا اسلامی نقطۂ نظر سے تدارک کرنے کے لیے فکری رہ نمائی فراہم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ انھی کوششوں

10– M. W. Dols, "Plague in Early Islamic History", *Journal of the American Oriental Society*, 94, no. 3 (1974), 371-383; , M. W. Dols, "The Second Plague Pandemic and its Recurrences in the Middle East: 1347-1894", *Journal of the Economic and Social History of the Orient*, 22, no. 2 (1979), 162-189.

میں عاجزانہ حصہ ڈالنے کے لیے زیر نظر مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

۲- وبائی امراض کی عمومی تاریخ

وبائی امراض کی شروعات کا حتمی اندازہ کرنا ایک مشکل امر ہے لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی معاشروں میں یہ تکلیف و آزمائش کا باعث رہی ہیں۔ انسانیت کا بہت بڑا حصہ ان کے نتیجے میں جان بحق ہوا۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ تاریخِ انسانی میں اتنی زیادہ اموات جنگوں اور قدرتی آفات کی وجہ سے نہیں ہوئیں جتنی وبائی امراض کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ کئی بڑے بڑے وبائی امراض ایسے بھی آئے ہیں جنھوں نے انسانی زندگی کے بہت سے معاملات کو تہہ و بالا کر دیا اور ان کے اثرات کئی دہائیوں بلکہ کئی صدیوں تک محسوس ہوتے رہے۔ عالمی وباؤں سے متعلق معلوم انسانی تاریخ میں یونان کے تاریخی شہر ایتھنز میں ۴۳۰- ۴۲۰ قبل مسیح میں آنے والے وبائی مرض کو قدیم ترین ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ یہ وبا پیلوپونیسیہ کی جنگ (Peloponnesian War) کے دوران ظاہر ہوئی؛ لیبیا، ایتھوپیا، اٹلی اور مصر سے ہوتی ہوئی ایتھنز پہنچی۔ جنگ اور بیماری نے ایتھنز کی تقریباً دو تہائی آبادی کو لقمۂ اجل بنالیا۔ اس وبا کی علامات یہ تھیں کہ اچھی بھلی صحت میں ہونے کے باوجود بس اچانک سر میں گرمی محسوس ہوتی، آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور زبان اور گلہ پکڑا جاتا۔[۱۱]

دوسری بڑی عالمی وبا طاعون کی شکل میں رومی سلطنت میں ۱۶۵ء- ۱۸۰ء کے دوران سامنے آئی، اسے انتونین کی وبا (Antonine Plague) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں یورپی خانہ بدوشوں پر چیچک کی بیماری نے حملہ کیا جس سے جرمنی، روم اور یونان متاثر ہوئے۔ اس بیماری کی علامات میں بخار، گلے کی خراش، قے اور دست شامل تھے۔ اگر بیماری کی شدت زیادہ ہو جاتی تو مریض کے جسم میں پیپ سے بھرے ہوئے دانے بننے لگ جاتے۔ اس کے نتیجے میں مارکس اور یلیس (Marcus Aurelius) کی حکومت کو بہت نقصان پہنچا۔ اس مرض سے تقریباً پچاس لاکھ لوگ مارے گئے۔[۱۲] کتبِ تاریخ میں ایک بڑے طاعون کا تذکرہ سائپرس کے حوالے سے ملتا ہے جو ۲۵۰ء سے ۲۷۱ء کے دوران ایتھوپیا میں ظاہر ہوا اور پھر شمالی افریقہ، روم اور مصر سے ہوتا ہوا دیگر ممالک میں پھیلا۔ اس وبا کی علامات میں بخار، قے، گلے کی خراش اور ہاتھ پاؤں کی تکالیف شامل تھیں۔ روزانہ پانچ ہزار لوگ لقمۂ اجل بنتے تھے۔ یہ طاعون مختلف وقفوں کے ساتھ بہت لمبے عرصے تک موجود رہا۔ کہا جاتا ہے کہ ۴۴۴ء

11– Hays, *Epidemics and Pandemics*, 1-8; Louise Cilliers and Francois P Retief, "The Epidemic of Athens, 430 - 426 BC", *SAMJ*, 88, no. 1 (1998), 50-53.

12– Hays, *Epidemics and Pandemics*, 9-22.

میں برطانیہ میں ظاہر ہونے والی وبا بھی اسی کا اثر تھی۔ اس بیماری کے پھیلاؤ پر تحقیق کرتے ہوئے طبی ماہرین نے مختلف عوامل کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ مثال کے طور پر سرد موسم ایک اہم عنصر ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ سرد موسم میں اس کا آغاز ہوا۔ سور کو پالنے پوسنے سے متعلق معاملات کی کثرت، گھریلو جانوروں کی موجودگی اور لمبی اڑان بھرنے والے پرندوں کے آنے جانے کی وجہ سے بھی اس وبائی مرض کا پھیلاؤ ہوا۔[۱۳]

وبائی امراض کی تاریخ میں جسٹینین کا طاعون اپنی تباہ کاری کے حوالے سے خصوصی طور پر قابل ذکر ہے۔ مصر، فلسطین اور بازنطینی رومن علاقوں میں پھیلنے والا یہ طاعون اس دور کی بازنطینی شہنشاہیت کے لیے کسی قہر سے کم نہ تھا۔ اگلی دو صدیوں تک برقرار رہنے والی اس وبائی مرض نے تقریباً پانچ کروڑ انسانوں کو لقمۂ اجل بنایا۔ یورپ کی آدھی اور دنیا بھر کی ۱۰ فیصد آبادی اس سے ختم ہو گئی۔ چوہوں اور مکھیوں کی وجہ سے پھیلنے والا یہ پہلا طاعون تھا۔[۱۴] براعظم ایشیا میں پہلا وبائی مرض "کالا طاعون" کے نام سے سامنے آیا، اس کا دورانیہ ۱۳۴۶ء سے ۱۳۵۳ء تھا۔ اس سے دنیا بھر کی ایک تہائی آبادی موت کے منہ میں چلی گئی۔ مختلف تجارتی قافلوں کے ذریعے یہ طاعون ایشیا سے یورپ کی طرف منتقل ہو گیا۔ ۱۳۴۷ء میں سسلی کی میسینا بندرگاہ پر جب اس بیماری سے متاثرہ لوگ پہنچے تو ان کے ذریعے پورے یورپ میں یہ مرض پھیل گیا۔ اس کی وجہ سے اتنی تیزی سے اموات ہوئیں کہ لواحقین کو اپنے پیاروں کی میتیں دفنانے کا بھی موقع نہ مل پاتا، لاشیں گلی محلوں اور سڑکوں پر گلتی سڑتی پائی گئیں۔ یورپ کی دو تہائی آبادی اس طاعون کی وجہ سے متاثر ہوئی۔ انگلینڈ اور فرانس کے درمیان لڑائی میں اس طاعون نے دونوں ممالک کو آپس میں صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح یورپ کے دیگر ممالک کی جنگیں بھی اس طاعون سے متاثر ہوئیں۔ برطانیہ کا جاگیردارانہ نظام اس سے تباہ ہو گیا۔ طاعون نے معاشی حالات کو یک سر تبدیل کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے زیادہ تر کسان اور مزدور ہلاک ہوئے۔ نتیجتاً شدید معاشی بحران پیدا ہو گیا۔[۱۵]

سولھویں صدی عیسوی میں امریکہ کو طاعون کا سامنا کرنا پڑا اور تقریباً نوے فیصد آبادی اس کا شکار

13– A. P. Zelicoff and M. Bellomo, *Microbe: Are We Ready for the Next Plague?* (New York: American Management Association, 2005), 1-246.

14– Lee Mordechai et al., "The Justinianic Plague: An Inconsequential Pandemic?", *PNAS*, 116, no.51 (December 2019), 25546–25554 ; Ole J. Benedictow, *What Disease Was Plague? On the Controversy over the Microbiological Identity of Plague Epidemics of the Past* (Leiden: Brill, 2010)

15– L. K. Little, *Plague and the End of Antiquity: The Pandemic of 541–750* (New York: Cambridge University Press, 2007), 3-98.

ہوئی۔[۱۶] ۱۶۴۱ء میں چین میں طاعون کا حملہ ہوا۔ اس صورتِ حال میں چین کی منگ حکومت اپنا نظم و نسق برقرار نہ رکھ سکی اور اقتدار تبدیل ہو گیا۔ ۱۶۶۵ء سے ۱۶۶۶ء کے دوران لندن کے لوگوں کو طاعون کی وبا لاحق ہوئی، اس سے ۱۵ فیصد آبادی ختم ہو گئی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ وبا کتوں اور بلیوں سے پھیلی۔[۱۷] ۱۸۱۷ء میں روس میں ہیضہ کی وبا پھیلی۔ اس سے لاکھوں لوگوں کی موت واقع ہوئی۔ روس میں ان دنوں برطانوی فوجی موجود تھے، اُن کے ذریعے یہ وبا ہندوستان میں داخل ہو گئی۔ اِن برطانوی فوجیوں کے ذریعے ہی یہ وبا سپین، افریقہ، انڈونیشیا، چین، جاپان، اٹلی، جرمنی اور امریکہ تک جا پہنچی۔ اگرچہ اس مرض کی دوا کو بعد میں ۱۸۸۵ء میں تیار کر لیا گیا، لیکن مرض جاری رہا۔ ہیضہ کی ہی ایک بڑی وبا ۱۸۵۲ء سے ۱۸۶۰ء کے دوران چین میں آئی؛ چین سے انڈیا اور ہانگ کانگ تک پہنچ گئی جس کے نتیجے میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ انسان لقمۂ اجل بنے۔ اس کا سب سے زیادہ شکار ہندوستان ہوا جہاں لاکھوں لوگ مر گئے۔ یہ برطانوی راج کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی شروع ہونے کا ایک اہم سبب بھی بنی۔ دریائے گنگا کے پانی میں پیدا شدہ جراثیم کی وجہ سے یہ وبا پھیلی۔ اس کا اثر سو سال تک باقی رہا۔[۱۸]

۱۸۷۵ء میں فجی میں خسرے کی وبا نے حملہ کیا۔ جب برطانیہ نے فجی کو اپنی تحویل میں لیا تو ایک شاہی وفد نے ملکہ وکٹوریہ کی جانب سے آسٹریلیا کا دورہ کیا۔ وہاں سے وہ خسرے کی وبا اپنے ساتھ لائے، ان کے ذریعے قبائلی سرداروں اور پولیس میں یہ مرض پھیل گیا۔ فجی کی ایک تہائی آبادی اس وبا کی وجہ سے موت کا شکار ہو گئی۔[۱۹] ۱۸۸۹ء سے ۱۸۹۰ء کے دوران روس میں نزلے کی وبا آئی۔ انفلوئنزا نامی نزلے کی بیماری بہ طور ایک وبا کے پہلی مرتبہ سائبیریا اور قازقستان میں پیدا ہوئی جہاں سے ماسکو، گرین لینڈ اور پولینڈ سے ہوتی ہوئی پورے یورپ میں پھیل گئی۔ یہ بیماری بہت تیزی کے ساتھ ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہوئی، صرف ایک سال میں تقریباً دس لاکھ لوگ اس سے جان بحق ہو گئے۔ جدید صنعتی دور میں نئے تجارتی راستوں اور آمد و رفت کے ذرائع نے بیماری کے پھیلاؤ میں کافی تیزی دکھائی۔ صرف پانچ ہفتوں میں یہ دنیا بھر میں پھیل گئی۔ اس کو Asiatic Flu یا Russian Flu کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۰ء کے دوران سپین میں نزلے کی وبا آئی، اس سے

16– Hays, *The Burdens of Disease*, 9-104.

۱۷– اخلاق احمد قادری، **تاریخ آفاتِ عالم** (لاہور: دُعا پبلی کیشنز، اردو بازار، ۲۰۱۸ء)، ۵۲–۵۴۔

18– Zelicoff and Bellomo, *Microbe*, 1-246.

19– G. D. Shanks, M. Waller, H. Briem and M. Gottfredsson, "Age-specific Measles Mortality during the late 19th–early 20th Centuries" *Epidemiology & Infection,* 143, no. 16 (2015), 3434–3441.

پچاس لاکھ لوگ موت کا شکار ہوئے۔[۲۰] ۱۹۵۷ء سے ۱۹۵۸ء کے دوران ایشیا میں نزلے کی وبا نے حملہ کیا، یہ سنگاپور سے شروع ہوئی اور ہانگ کانگ سے ہوتی ہوئی امریکہ تک پہنچ گئی۔اس سے تقریباً گیارہ لاکھ لوگ متاثر ہوئے اور ایک لاکھ سے زائد لوگ زندگی گنوا بیٹھے۔[۲۱] ۱۹۶۸ء میں ہانگ کانگ میں نزلے کی وبا آئی؛اس سے سنگاپور، ویت نام، فلپائن، ہندوستان، آسٹریلیا، یورپ اور امریکہ میں دس لاکھ افراد موت کا شکار ہوئے۔وباؤں کی طویل تاریخ سے وابستہ مختلف واقعات کی تفصیلات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے ان کی وجہ سے بھاری نقصان اٹھاتے رہے ہیں؛ نیز یہ وبائیں اپنے ظاہر ہونے کے مقامات، عرصہ ہائے اثر پذیری، علامات اور اثرات بدلتی رہی ہیں۔[۲۲]

طبی علوم میں خاطر خواہ ترقی کی منازل حاصل کر لینے کے باوجود وباؤں کی روک تھام اور ان کے علاج معالجے کی طرف کماحقہ توجہ نہ دی گئی۔ زمینی حقائق کو جانے بغیر سائنسی تحقیقات پر وقت اور سرمایہ صرف کیا گیا۔ خام خیالی میں وباؤں کی روک تھام کے بنیادی کام سے تساہل برتا گیا؛ نتیجتاً ۲۰۱۹ء میں جب جدید معاشرے سائنسی علوم کے عروج پر پہنچ چکے تھے، ایک ایسی وبا سے کروڑوں لوگوں کو واسطہ پڑا جس کی ساخت، حفاظتی تدابیر اور علاج معالجے کے بہت سے معاملات ابھی تک انسانی فہم سے باہر ہیں۔ کرونا (Covid-19) کی وبا نے سائنسی ترقی، طبی معجزات اور خلائی تسخیر میں کی جانے والی کامیابیوں کو چیلنج کر دیا ہے۔اس سے انسانی شعور اور اس کی کارکردگی پر بہت سے سنجیدہ سوالات نے جنم لیا ہے۔

اب تک کی اطلاعات کے مطابق ۲۰۱۹ء کے آخر میں کروناوائرس کا آغاز چین سے ہوا۔ پھر وہاں سے یہ وبا یورپ، امریکہ حتیٰ کہ تقریباً پوری دنیا میں پہنچ چکی ہے۔اس بیماری سے متاثر افراد کی تعداد کروڑوں میں ہے اور لاکھوں افراد اس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ کرونا نے اقتصادی، سیاسی، تزویراتی اور صحت وعلاج کے حوالے سے بہت بڑے بڑے چیلنجز پیدا کر دیے ہیں۔اس کی وجہ سے وباؤں کے علاج اور روک تھام کے لیے تحقیق کے نئے شعبہ جات کی طرف بھی توجہ ہونی شروع ہوئی ہے۔ حفاظتی تدابیر اور اس وبا کے علاج کے لیے ادویات کی تیاری کا

20– K. David Patterson and Gerald F. Pyle, "The Geography and Mortality of the 1918 Influenza Pandemic", *Bulletin of the History of Medicine*, 65, no. 1 (Spring 1991), 4-21.

21– Martin M. Kaplan and A. M.-M. Payne, "Serological Survey in Animals for type A Influenza in Relation to the 1957 Pandemic", *Bull World Health Organ*. 20, no. 2-3 (1959), 465-488.

22– Hays, *Epidemics and Pandemics*, 24-105.

عمل بھی شروع ہوا ہے لیکن ایک سوال یہ بھی پیدا ہوا ہے کہ کیا وبا کے آنے پر ہی اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے یا صحت و آسودگی کے ایام میں بھی وباؤں کی روک تھام پر تحقیق ہونی چاہیے۔ یہی وہ سنجیدہ سوالات اور عمیق اشکالات ہیں جن کی وضاحت و تنقیح مقالہ ہذا کی تخلیق و تشکیل کا باعث ہوئی۔

۳۔ مسلم معاشروں میں وبائی امراض کی تباہ کاریاں

مسلم معاشرے بھی مختلف ادوار میں وباؤں کی آفتوں، ہول ناکیوں اور ہلاکت خیزیوں کا شکار رہے ہیں۔ ان افسوس ناک اور حوصلہ شکن حالات کی وجہ سے مسلم معاشروں کو نہ صرف مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بلکہ مسلمانوں نے کئی تزویراتی نقصانات بھی برداشت کیے۔ انھی وباؤں کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاں ان کے علاج اور دواؤں کی تیاری پر بھی توجہ مبذول ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں پہلے سے وبا موجود تھی؛ اس دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بیمار ہو گئے، وہ بے چینی کی وجہ سے اپنے اصلی وطن یعنی مکہ کو یاد کرنے لگے۔ اس صورتِ حال میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وبا کے خاتمے کے لیے دعا فرمائی؛ دعاے نبوی کا اثر تھا کہ مدینہ منورہ اس وبا سے محفوظ ہو گیا۔[۲۳] عہد نبوی ﷺ میں ہی ۶ ہجری کے دوران مدائن میں طاعون کی وبا آئی۔[۲۴] اِسی کے باعث بادشاہ شیرویہ کا انتقال ہوا، اسی نسبت سے یہ مرض "طاعون شیرویہ" کے نام سے معروف ہے۔ چوں کہ یہ طاعون کسی اسلامی ریاست میں نہیں آیا اور اس سے کوئی مسلمان متاثر بھی نہیں ہوا، اس لیے اسے مسلمانوں کی تاریخ کا پہلا طاعون قرار نہیں دیا جا سکتا۔[۲۵] البتہ اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی اور آپ ﷺ نے اس سے بچنے کے لیے مختلف احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔[۲۶]

عہد فاروقی میں ایک بڑا طاعون ظاہر ہوا جسے "طاعون عمواس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۷ ہجری کے

۲۳۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المرضی، باب من دعا برفع الوباء والحمی (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۰۸ء)، رقم: ۵۶۷۷۔

۲۴۔ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی، **صحیح مسلم بشرح النووي** (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، ۱۳۹۲ھ)، ۱: ۱۰۶۔

۲۵۔ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، **المعارف** (قاہرہ: دار الکتب، ۱۹۶۰ء)، ۶۰۱۔

۲۶۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۴۷۴۔

اواخر یا ۱۸ ہجری کے اوائل میں یہ وبائی مرض بیت المقدس اور رملہ کے درمیان واقع ایک مقام "عمواس"[۲۷] سے شروع ہو کر شام و عراق کے درمیانی علاقے میں پھیل گیا اور مسلسل ایک ماہ جاری رہا۔ اس سے ۲۵ ہزار افراد اپنی جانیں گنوا بیٹھے۔[۲۸] معرکۃ الجزیرہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرغ نامی مقام تک پہنچ کر مدینہ واپس لوٹ جانے کا سبب بھی یہی وبا تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے طاعون کی خبر سن کر تین طرح کے لوگوں سے مشاورت کی: مہاجرین اولین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قریش کے وہ بڑی عمر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ منورہ آئے تھے۔ مہاجرین اولین رضی اللہ عنہم اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافِ رائے ہو گیا۔ کچھ نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ جس کام سے آئے ہیں اُسے پورا کیے بغیر نہ لوٹیں۔ بعض نے مشورہ دیا کہ کبار اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو وبا کے خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں۔ جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تیسرے گروہ میں اتفاق تھا، ان سب نے کہا کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی علاقے میں لوگوں کو لے کر نہ جائیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپسی کا فیصلہ کر لیا تو ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے شکوہ و اعتراض کے انداز میں پوچھا کہ کیا وہ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب تھا: ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے اس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔[۲۹] واپسی کا یہ فیصلہ مسلمانوں کی اعلیٰ قیادت کی دانش مندی، مشاورت کے ہمہ جہت اور مسلسل عمل کے بھرپور استعمال اور حسنِ انتظام کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس مرض کی وجہ سے شہید ہونے والوں میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، عبد الرحمن بن معاذ، یزید بن ابی سفیان اور حضرت ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ شامل تھے۔ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام جانے والے ان کے سات اہل خانہ میں سے صرف چار بچ پائے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چار بیٹوں نے اس وبا میں جان دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ایک خط بھیجا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مجھے آپ سے نہایت ہی ضروری کام ہے، میں اس کام کے سلسلے میں آپ سے بالمشافہ بات چیت کرنا چاہتا ہوں، جیسے ہی آپ کو میرا یہ خط ملے تو آپ فوراً میری

۲۷۔ "عمواس" نامی بستی فلسطین کے شہر رملہ سے ۱۲ کلو میٹر اور بیت المقدس سے ۲۶ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے، یہ ۱۹۴۷ء میں اُردن کے زیر اثر آ گئی تھی لیکن ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے اس پر قبضہ کر کے اسے خالی کرا لیا اور اس کی جگہ "کینیڈا پارک" کے نام سے ایک تفریح گاہ اور سیر گاہ بنا دی۔
https://ne-np.facebook.com/shares/view/?av=0 accessed 27 March, 2020

۲۸۔ اسماعیل بن عمر بن کثیر، **البدایة والنهایة** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۹ء)، ۷: ۱۲۹۔

۲۹۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الطب، باب ما یذکر في الطاعون، رقم: ۵۷۲۹۔

طرف روانہ ہو جائیں۔ جناب ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اندازہ ہو گیا کہ امیر المومنین انھیں اس وبا سے کسی طرح نکالنا چاہتے ہیں، اس خط کے جواب میں انھوں نے امیر المومنین کو لکھا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی بخشش فرمائے، اے امیر المومنین! میں آپ کے مقصد پر مطلع ہو گیا ہوں مگر میں مسلمانوں کے لشکر میں ایسی حالت میں ہوں کہ یہاں سے میرا نکلنا مشکل ہے، بلکہ میں ان کو چھوڑنا نہیں چاہتا جب تک اللہ تعالیٰ ان کے بارے اور میرے بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں فرماتا، لہٰذا مجھے اس حکم کی عدمِ تعمیل پر معاف فرما دیں اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو رونا شروع ہو گئے۔ لوگوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کیا حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، مگر انھوں نے ایسی ہی کوئی بات کہی ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کو دوسرا خط لکھا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا: آپ نے لوگوں کو گہرے اور نشیبی علاقے میں بسا رکھا ہے، آپ انھیں بلند اور صاف ستھرے مقام کی طرف منتقل کریں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے ابو موسیٰ! میرے پاس امیر المومنین کا خط آیا ہے، اس میں بیان کردہ ہدایات کی روشنی میں آپ ساتھیوں کے لیے کوئی اچھی سی جگہ تلاش کریں تاکہ آپ کے پیچھے میں بھی آجاؤں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ حکم سن کر روانہ ہونے کے لیے اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ میری بیوی بیمار ہو گئی ہے۔ میں دوبارہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا: میرے گھر میں بھی بیماری آگئی ہے۔ انھوں نے کہا: شاید آپ کی بیوی کو یہ مرض لاحق ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے اپنے اونٹ کو تیار کرنے کا حکم دیا، اونٹ پر سوار ہونے کے لیے جیسے ہی انھوں نے رکاب پر پاؤں رکھا تو انھیں بھی طاعون کا مرض لاحق ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میں بھی اس مرض میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ پھر وہ لوگوں کو ساتھ لے کر جابیہ کے مقام کی طرف آگئے۔[۳۰] حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو والی بنایا گیا تو وہ بھی طاعون کی زد میں آکر وفات پا گئے۔[۳۱] ان کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا گیا تو انھوں نے لوگوں سے کہا: یہ بیماری جب نمودار ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑکتی ہے لہٰذا تم جلدی سے پہاڑوں کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر چلے گئے۔ تمام لوگ علاحدہ علاحدہ

۳۰۔ محمد بن جریر طبری، **تاریخ الرسل والملوک** (بیروت: دار المعاف، س۔ن)، ۴: ۶۱۔

۳۱۔ ابن کثیر، **البدایۃ والنھایۃ**، ۷: ۱۳۱۔

ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ وبا دور فرما دی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو والیِ شام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس حفاظتی حکمتِ عملی کا علم ہوا تو انھوں نے اسے پسند فرمایا۔[۳۲]

اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان کے عہد (۶۵ھ – ۸۶ھ) میں ۶۹ہجری کے دوران بصرہ میں "طاعون جارف" ظاہر ہوا جو تین دن جاری رہا،[۳۳] روزانہ ۷۰ ہزار لوگ اس کی وجہ سے لقمۂ اجل بن جاتے۔[۳۴] ولید بن عبد الملک کے عہد (۸۶ھ – ۹۶ھ) میں ۸۷ہجری کے دوران دوبارہ یہ وبا ظاہر ہوئی [۳۵] اور اُس نے بصرہ، کوفہ اور شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اسے "طاعونِ فتیات" یا "طاعونِ اشراف" کا نام دیا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے بہت سی خواتین اور بہت سے نام ور لوگ انتقال کر گئے تھے۔ اموی عہد میں ہی تیسرا اور آخری طاعون ۱۳۱ہجری میں ظاہر ہوا جسے "طاعونِ مسلم بن قتیبہ" کا نام دیا جاتا ہے؛ یاد رہے کہ اس طاعون سے وفات پانے والے پہلے شخص مسلم بن قتیبہ ہی تھے۔ یہ طاعون مسلسل تین ماہ تک جاری رہا، ایک ایک دن میں ایک ایک ہزار لوگ مرتے تھے۔[۳۶]

عہد بنی عباس (۱۳۲ھ – ۶۵۶ھ) میں بھی کئی مرتبہ طاعون کی وبا ظاہر ہوئی۔ خلیفہ المقتدی بامر اللہ (۱۰۷۵ء – ۱۰۹۴ء) کے عہد میں شام، عراق اور حجاز میں طاعون کی وبا پھیل گئی جس سے بہت سے چوپایے اور جنگلی جانور ہلاک ہو گئے۔ دودھ اور گوشت کی شدید قلت واقع ہونے لگی۔ خلیفہ نے اعلان کیا کہ تمام لوگ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کریں اور گناہوں سے روکیں۔ اس اعلان کے بعد لوگوں نے موسیقی کے تمام آلات توڑ دیے، ہر جگہ سے شراب کی بوتلیں پھینک دی گئیں، تمام بدکاروں کو جلاوطن کر دیا گیا؛ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ بیماری خود بہ خود ختم ہو گئی۔[۳۷] ۴۴۹ھ میں بخارا میں طاعون آیا؛ ایک دن میں اٹھارہ ہزار لوگ انتقال کر جاتے،

۳۲- طبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۴: ۶۲۔

۳۳- ابو الحجاج یوسف بن زکی المزی، **تهذيب الكمال في أسماء الرجال**، تحقیق: بشار معروف (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۰ء)، ۲۳: ۴۷۵۔

۳۴- النووی، **صحيح مسلم بشرح النووي**، ۱: ۱۰۶۔

۳۵- ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی، **صفة الصفوة**، تحقیق: محمود فاخوری، محمد رواس قلعہ جی (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۹۷۹ء)، ۳: ۲۲۶۔

۳۶- النووی، **صحيح مسلم بشرح النووي**، ۱: ۱۰۶۔

۳۷- ابن کثیر، **البداية والنهاية**، ۱۳: ۲۱۶۔

اس بیماری سے مرنے والوں کی تعداد سولہ لاکھ پچاس ہزار ہے۔ بخارا سے یہ وبا آذر بائیجان، اہواز، واسط، بصرہ اور سمرقند منتقل ہو گئی۔[۳۸] سقوطِ بغداد (۶۵۶ھ) کے فوراً بعد بغداد کو طاعون نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس کے اثرات ملکِ شام تک محسوس کیے گئے۔[۳۹] شام، حلب اور بیت المقدس میں ۷۴۸ھ میں ایک طاعون آیا۔[۴۰] ۸۳۳ھ میں قاہرہ میں بھی ایک طاعون آیا۔[۴۱] ۷۹۵ھ میں حلب میں آنے والی ایک وبا سے ڈیڑھ لاکھ انسان لقمۂ اجل بن گئے۔[۴۲] عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں ۱۴۵۹ء سے ۱۵۷۰ء کے دوران قسطنطنیہ، حجاز اور جنوبی روس میں بھی طاعون کا حملہ ہوا۔[۴۳] برصغیر پاک وہند میں بھی متعدد بار طاعون اور دیگر وباؤں کا حملہ ہوا؛ ۱۸۱۶ء میں ہیضے کی وبا آئی جس کے اثرات آج تک محسوس کیے جاتے ہیں۔[۴۴] ۱۸۳۱ء میں طاعون آیا، اس دوران جب لوگ حج کے لیے مکہ گئے تو وہاں بھی بہت سے لوگ اس بیماری سے متاثر ہو گئے۔[۴۵] مسلم معاشروں کی تاریخ کے مختلف مراحل کے مطالعے و تجزیے سے یہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے کئی بار وبائی امراض کی صعوبتوں اور تباہ کاریوں کا سامنا کیا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ان پریشانیوں کا مشاہدہ فرمایا؛ عہد فاروقی میں آنے والے طاعون نے طویل عرصے تک پریشان کیے رکھا؛ عہدِ بنو اُمیہ وبنو عباس کے علاوہ قسطنطنیہ اور برصغیر کے لوگ بھی ان مہلک امراض سے متاثر ہوتے رہے۔

۴۔ وبائی امراض سے تحفظ اور علاج معالجے کے متعلق اسلامی فکر

فکر سے مراد سوچ اور تجزیے کے وہ دھارے ہیں جو مخصوص مصادر و منابع سے رہ نمائی پاتے ہوئے

۳۸۔ ابن حجر عسقلانی، **بذل الماعون في فضل الطاعون** (ریاض: دار العاصمة،۱۴۱۱ھ)، ۳۵۵۔

۳۹۔ ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم** (بیروت: دار الکتب العلمیة،۲۰۰۱ء)،۱۳ : ۲۴۸۔

۴۰۔ ابن حجر عسقلانی، **بذل الماعون في فضل الطاعون**، ۳۱۶۔

۴۱۔ نفس مرجع، ۳۱۷۔

۴۲۔ مبارک محمد الطراونة، "الأوبئة (الطواعين) و آثارها الاجتماعية في بلاد الشام في عصر المماليك الجراكسة (۷۸٤ھ- ۹۲۲ھ/ ۱۳۸۲م- ۱۵۱٦م)"، **المجلة الأردنية للتاريخ و الآثار**، عمان، ۴: ۳ (۲۰۱۰ء)،۴۷۔

43– Joseph Patrick Byrne, *Encyclopedia of the Black Death* (Santa Barbara, Califonia: ABC-CLIO, 2012), 1: 87.

44– https://urduqasid.se/history-and-world-diseases, accessed 11/03/2020

45– Ibid.

عمل کے لیے تحریک و ترغیب فراہم کرتے ہیں۔ فکر ہمیشہ ضرورت کی بنا پر تشکیل پاتی ہے اور اس کا ارتقا صدیوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ فکر اسلامی کی تشکیل میں قرآن اور سنت کے علاوہ جن دوسرے علوم نے اہم کردار ادا کیا ان میں علم الکلام اور فلسفہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان علوم کی بنیاد پر مسلمان مفکرین نے سماجی، سیاسی، اقتصادی اور تزویراتی تحدیات سامنے آنے پر مشکلات کے اسباب، حلول اور مستقبل میں لائحۂ عمل تشکیل دینے کے لیے اسلامی فکر کے ارتقا میں اپنا حصہ ڈالا۔

فکرِ اسلامی میں انسانوں کے تمام سماجی، معاشی، اخلاقی اور روحانی مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس ضمن میں قرآن و سنت ہی اس فکر کے مصادرِ اصلیہ ہیں۔ تاہم وبائی امراض اپنے مضر اثرات کی وجہ سے انسانوں کے لیے بہت سے مسائل کا باعث رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ فکرِ اسلامی میں وباؤں سے متعلق انسانی مسائل کے مختلف حل بتائے گئے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جہاں روحانی اور باطنی بیماریوں کے حل تجویز فرمائے وہیں جسمانی امراض سے بچاؤ کی تدابیر اور آسان و نفع بخش علاج پر مشتمل ہدایات بھی ارشاد فرمائیں۔ نبوی منہاج کے اتباع میں مسلم اطبا نے وبائی امراض پر تحقیقات کیں اور تشخیص و تفتیش کے مختلف مراحل طے کر کے ان بیماریوں کے علاج تجویز کیے۔ بہت سی نئی ادویات متعارف کروائیں۔ اس ضمن میں قدیم انسانی دانش اور طبی اصولوں سے بھی رہ نمائی حاصل کی گئی؛ قدیم یونانی حکمت اور اس سے متعلق نمائندہ کتب سے استفادہ کیا گیا، بہت سی یونانی کتب کے عربی میں تراجم کیے گئے، مختلف شفاخانے تعمیر کر کے بیماروں کا علاج کیا گیا، مفروضات پر مبنی فرسودہ خیالات اور بے بنیاد عطائی تصورات سے آزاد ہو کر سائنس کے اصولوں کو عقلی اور عملی بنیادوں پر جانچا گیا اور طب و صحت کے میدان میں سنجیدگی اور ذمے داری کا مظاہرہ کیا گیا۔ اسلامی تہذیب و تمدن میں وبائی امراض سے بچاؤ کی تدابیر اور اس ضمن میں مسلمانوں کے دریافت کردہ علاج کی تاریخ کا درست اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اُس طرزِ عمل کے مطالعے سے ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے اِن مہلک امراض سے محتاط رہنے اور اِن کے بروقت علاج کی ہدایت فرمائی۔

۱- وباؤں سے متعلق حفاظتی تدابیر

وباؤں سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ مزید برآں ان کی وجہ سے وباؤں کا پھیلاؤ بھی روکا جاسکتا ہے۔ فکر اسلامی میں احتیاطی تدابیر پر بہت توجہ کی گئی ہے۔ فکر اسلامی کے مصادر و مراجع میں قرآن و سنت بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے وباؤں کی حفاظتی تدابیر کی تعیین کے ضمن میں انھی مصادر سے رجوع کیا

جاتا ہے۔ وبائی امراض سے بچاؤ کی مختلف تدابیر حدیث و سنت کے لٹریچر میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس حوالے سے ایک ارشادِ نبوی ﷺ بنیادی اہمیت کا حامل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "الطاعون رجز أو عذاب أرسل على بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه"[۴۶] (طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر یا اگلی امت پر بھیجا گیا پھر جب تم سنو کسی ملک میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تمہاری ہی بستی میں یہ مہلک مرض نمودار ہو تو وہاں سے ڈر کر مت نکلو۔)

فرمان نبوی کے علاوہ سیرت طیبہ میں عملی طور پر بھی ایسی رہ نمائی موجود ہے جس کا تعلق وبائی امراض سے بچاؤ کی تدابیر سے ہے؛ چناں چہ سنت یہ ہے کہ مسلمانوں کو متعدی وبا سے بچنے کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرنی چاہییں، ایسا کرنا توکل اور تقدیر پر ایمان کے تقاضوں کے منافی نہیں ہے۔ وبائی ایام میں رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل سے متعلق اہم رہ نمائی اس روایت سے بھی ملتی ہے: "ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد"[۴۷] (اگر کسی شخص کی بستی میں طاعون پھیل جائے اور وہ صبر کے ساتھ اللہ کی رحمت سے امید لگائے ہوئے وہیں ٹھہرا رہے کہ وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھا ہے تو اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔)

اسی بابت ایک دوسری روایت ملاحظہ ہو:

كان عذابا يبعثه الله على من يشاء، فجعله الله رحمة للمؤمنين، ما من عبد يكون في بلد يكون فيه، ويمكث فيه لا يخرج من البلد، صابرا محتسبا، يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له، إلا كان له مثل أجر شهيد.[۴۸]

۴۶۔ مسلم بن حجاج القشیری، **الجامع الصحيح**، كتاب السلام ،باب الطاعون والطيرة والكهانة و نحوها (لاہور: مکتبہ رحمانیہ،۲۰۰۱ء)، رقم: ۵۷۷۲۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: حافظ یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف المزی، **تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف** (بیروت: دار الغرب الاسلامی،۱۹۹۹ء)، ۵: ۳۱۴۔

۴۷۔ البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم:۳۴۷۴۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، ۵: ۲۷۶۔

۴۸۔ البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب القدر، باب "قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا"، رقم:۶۶۱۹۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، ۵: ۲۸۸۔

(یہ عذاب تھا اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا اسے بھیجتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں کے لیے رحمت بنا دیا، کوئی بھی بندہ اگر کسی ایسے شہر میں ہے جس میں طاعون کی وبا پھوٹی ہوئی ہے اور اس میں ٹھہرا ہے، وہ اس شہر سے بھاگا نہیں بلکہ صبر کیے ہوئے ہے اور اس پر اجر کا امیدوار ہے، وہ یقین رکھتا ہے کہ اس تک صرف وہی چیز پہنچ سکتی ہے جو اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھ دی ہے تو اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔)

علامہ بدرُ الدّین عینی (م ۸۵۵ھ) سنت نبوی ﷺ سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ جو طاعون میں مرا وہ شہید ہے جب کہ حدیثِ مذکور میں ہے کہ طاعون میں مبتلا ہونے والے کے لیے شہید کی مثل اجر ہے، دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ جو طاعون کے مرض پر بغیر شکوہ و شکایت کے صبر کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہے اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو وہ شہید ہے، جسے موت نہ آئے تو اس کے لیے شہید کی مثل ثواب ہے۔[۴۹]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) ان وبائی امراض سے بچنے کی حفاظتی تدابیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ولا شك أن الصور ثلاث من خرج لقصد الفرار محضا فهذا يتناوله النهي لا محالة ومن خرج لحاجة متمحضة لا لقصد الفرار أصلا ... فلا يدخل في النهي والثالث من عرضت له حاجة فأراد الخروج إليها وانضم إلى ذلك أنه قصد الراحة من الإقامة بالبلد التي وقع بها الطاعون فهذا محل النزاع ومن جملة هذه الصورة الأخيرة أن تكون الأرض التي وقع بها وخمة والأرض التي يريد التوجه إليها صحيحة فيتوجه بهذا القصد فهذا جاء النقل فيه عن السلف مختلفا فمن منع نظر إلى صورة الفرار في الجملة ومن أجاز نظر إلى أنه مستثنى من عموم الخروج فرارا لأنه لم يتمحض للفرار وإنما هو لقصد التداوي وعلى ذلك يحمل ما وقع في أثر أبي موسى المذكور أن عمر كتب إلى أبي عبيدة إن لي إليك حاجة فلا تضع كتابي من يدك حتى تقبل إلي.[۵۰]

(تین صورتیں ہیں: ایک شخص کا وہاں سے باہر جانے کا مقصد ہی طاعون سے فرار ہے تو یہ شخص تو یقینی طور پر ممانعت میں شامل ہے۔ (دوسری صورت یہ ہے کہ) ایک شخص محض کسی حاجت کے لیے نکلے اور اس کا مقصد طاعون سے فرار نہ ہو ... تو وہ ممانعت میں شامل نہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ انسان کسی کام کی غرض سے نکلے اور ساتھ میں طاعون سے بچنا بھی مقصد میں شامل کرلے تو اس شخص کے بارے میں علمائے کرام کی مختلف آرا ہیں۔ اس آخری صورت میں سے یہ بھی

۴۹۔ بدر الدین عینی، **عمدة القاري** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۸ء)، ۱۴: ۱۳-۱۷۔

۵۰۔ ابن حجر عسقلانی، **فتح الباري** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۸ء)، ۱۰: ۱۸۰۔

ہے کہ جس جگہ موجود ہے وہاں بیماری ہو اور جس جگہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے وہاں بیماری نہ ہو، اس بارے میں سلف سے مختلف آرا نقل ہوئی ہیں۔ سو جس نے اسے ناجائز کہا ہے تو اس نے اسے فرار کی صورتوں میں شامل کیا ہے اور جس نے اسے جائز قرار دیا ہے اس نے اسے فرار میں شمار نہیں کیا کیوں کہ وہ محض فرار کے لیے نہیں نکلا بلکہ وہ تو دوا کے لیے جا رہا ہے، اور اسی پر محمول کیا جائے گا اس واقعے کو جو حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کے اثر میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ جیسے ہی خط پڑھیں تو فوراً میری طرف آ جائیں۔)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ) کا خیال ہے کہ طاعون زدہ شہر کے لوگوں کو باہر جانے سے اس لیے روکا گیا ہے کہ وہاں بہ ظاہر صحت مند نظر آنے والے لوگوں کا طاعون سے متاثر ہونا بعید نہیں ہے؛ کیوں کہ شروع میں بیماریوں کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر یہ لوگ دوسری جگہ آمد و رفت کریں تو بیماری متعدی ہو سکتی ہے۔[۵۱] علامہ ابن قیم (م ۷۵۱ھ) کا موقف یہ ہے کہ طاعون زدہ شہر میں باہر سے لوگوں کا داخلہ اس لیے ممنوع ہے کہ مجاورت اور اختلاط ایسی بیماریوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ باہر ہیں اور صحت مند ہیں، ان کا اپنی صحت کو ناحق خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں۔[۵۲] ایسے حالات میں اگر کوئی شخص وبائی مرض کا شکار ہو جاتا ہے تو احتیاطی تدبیر کا تقاضا ہے کہ دوسرے لوگوں کو اس بیماری سے بچانے کے لیے متاثرہ شخص کو علاحدہ جگہ پر رکھا جائے۔ ارشاد نبوی ہے: "لا يورد ممرض على مصح."[۵۳] (بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ لایا جائے۔)

قبولِ اسلام کی غرض سے اہلِ ثقیف کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، ان لوگوں میں ایک آدمی کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ملاقات کرنے سے گریز فرمایا اور اسے پیغام بھیجا کہ وہ واپس چلا جائے کیوں کہ اس کی بیعت ہو چکی ہے۔ اُس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو مصافحہ فرمایا اور نہ ہی لوگوں کے درمیان اُس کو بیٹھنے دیا۔[۵۴] وبا سے متاثرہ شخص کو علاحدہ رکھنے (Isolation/Quarantine) کی طرف اشارہ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے: "فر من المجذوم كما تفر من الأسد ."[۵۵] (کوڑھ کے مرض

۵۱- ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، **إحياء علوم الدين مع الاتحاف** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۱ء)، ۸: ۲۷۸۔

۵۲- ابن قیم الجوزیۃ، **الطب النبوي** (بیروت: دار الفكر للطباعة والنشر، ۲۰۰۶ء)، ۳۴۔

۵۳- مسلم بن حجاج، **الصحيح**، كتاب السلام، باب لا عدوى، ولا طيرة، ولا هامة، ولا صفر، ولا نوء، ولا غول، ولا يورد ممرض على مصح، رقم: ۵۷۹۱۔

۵۴- نفس مصدر، باب اجتناب المجذوم ونحوه، رقم: ۵۸۲۲۔

۵۵- البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الطب ،باب الجذام، رقم: ۵۷۰۷۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، ۵: ۲۸۹۔

والے شخص سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔)

مریض کو تنہائی یا قرنطینہ میں رکھنے سے متعلق نبوی تعلیمات کی مزید وضاحت اس فرمان سے ہوتی ہے: ”لا تديموا النظر الى المجذومين واذا كلمتموهم فليكن بينكم و بينهم قيد رمح.“[۵۶] (جذام زدہ مریضوں پر زیادہ دیر تک نظر نہ ڈالو، جب تم ان سے کلام کرو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک نیزے کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے۔)

وبا کے زمانے میں تندرست لوگوں کو بھی احتیاطی تدابیر پر عمل پیرا ہونا چاہیے؛ اپنے گھروں میں رہا جائے، بلا ضرورت باہر نہ نکلا جائے، رش والی جگہوں پر نہ جایا جائے اور لوگوں کے ساتھ ملنے سے گریز کیا جائے۔ فتنہ یا وبا کے ایام میں انسان کے مثالی طرزِ عمل کی وضاحت ایک روایت سے بہ خوبی ہوتی ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! نجات کی صورت کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”أمسك عليك لسانك وليسعك بيتك وابك على خطيئتك.“[۵۷] (اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر کی وسعت میں مقید رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔)

وبائی امراض کے زمانے میں غیر ضروری سفر سے احتراز کیا جائے، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے، استغفار کیا جائے اور عاجزی اختیار کی جائے، نیز حکومت کی ہدایات پر ممکن حد تک عمل کیا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”ستكون فتن، القاعد فيها خير من القائم، والقائم فيها خير من الماشي، والماشي فيها خير من الساعي، من تشرف لها تستشرفه، فمن وجد ملجأ أو معاذا فليعذ به.“[۵۸] (ایسے فتنے برپا ہوں گے کہ ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا، کھڑا ہونے والا

۵۶- احمد بن حنبل، **المسند**، مسند علي (بیروت: دار الفکر، س۔ن)، ۷: ۲۵۵، رقم: ۷۷۶۴۔

۵۷- ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، **سنن**، كتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في حفظ اللسان (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۸ء)، رقم: ۲۴۰۶۔ اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے، لیکن شواہد کی وجہ سے صحیح لغیرہ ہے۔ دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، رقم: ۹۹۲۸۔

۵۸- البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الفتن، باب تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم، رقم: ۷۰۸۲۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، ۵: ۲۹۰۔

چلنے والے سے بہتر ہو گا، چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا اور اگر کوئی ان کی طرف دور سے بھی جھانک کر دیکھے گا تو وہ اسے بھی سمیٹ لیں گے، ایسے وقت میں جو کوئی اس سے کوئی پناہ کی جگہ پالے اسے اس کی پناہ لے لینی چاہیے۔)

وبائی امراض کی روک تھام کے لیے دنیا میں دو طریقے متعارف ہیں: پہلا طریقہ دوا اور ویکسین کے استعمال کا ہے، جب کہ دوسرے کا تعلق احتیاط اور حفاظتی تدابیر سے ہے؛ اسلامی فکر میں اِن دونوں طریقوں کی قبولیت موجود ہے۔ حفاظتی تدابیر کے ضمن میں صفائی ستھرائی کا بڑا کردار ہے، اس ضمن میں وضو بڑی بامقصد سرگرمی ہے۔[59] حفاظتی تدابیر کو اپناتے ہوئے ہی اسلام نے بار بار ہاتھ دھونے کی ترغیب دلائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إذا توضا أحدكم فليجعل في أنفه ثم لينثر، ومن استجمر فليوتر، وإذا استيقظ أحدكم من نومه فليغسل يده قبل أن يدخلها في وضوئه، فإن أحدكم لا يدري أين باتت يده."[60] (جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی ڈالے، پھر اسے صاف کرے اور جو شخص پتھروں سے استنجا کرے اسے چاہیے کہ طاق عدد پتھروں کے ساتھ استنجا کرے اور جب تم میں سے کوئی سو کر اٹھے تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولے؛ کیوں کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔)

ناک اور منہ کی صفائی کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام نے وضو میں مضمضہ اور استنشاق کو سنت قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إذا توضأ العبد المؤمن فتمضمض خرجت الخطايا من فيه، فإذا استنثر خرجت الخطايا من أنفه، فإذا غسل وجهه خرجت الخطايا من وجهه حتى تخرج من تحت أشفار عينيه، فإذا غسل يديه خرجت الخطايا من يديه حتى تخرج من تحت أظفار يديه، فإذا مسح برأسه خرجت الخطايا من رأسه حتى تخرج من أذنيه، فإذا غسل رجليه خرجت الخطايا من رجليه حتى تخرج من تحت

۵۹- مسلم بن حجاج، **الصحيح**، كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة و التحجيل في الوضوء، رقم:۵۷۹۔

۶۰- البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الوضوء، باب الاستجمار وترا، رقم:۱۵۹۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، ۵: ۲۹۱۔

أظفار رجليه، ثم كان مشيه إلى المسجد وصلاته نافلة له.(٦١)

(جب بندہ مومن وضو کرتے ہوئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں، جب ناک جھاڑتا ہے تو اس کی ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس کی دونوں آنکھ کے پپوٹوں سے نکلتے ہیں، پھر جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ کے ناخنوں کے نیچے سے نکلتے ہیں، پھر جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو گناہ اس کے سر سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس کے دونوں کانوں سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں پاؤں کے ناخن کے نیچے سے نکلتے ہیں، پھر اس کا مسجد تک جانا اور اس کا نماز پڑھنا اس کے لیے نفل ہوتا ہے۔)

وبائی مرض کے دنوں میں میل ملاقات اور سفر سے گریز کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دنوں میں اگر کوئی بندہ ثواب کی نیت سے تقدیر پر راضی رہتے ہوئے اپنے گھر تک محدود رہے تو زندہ رہنے کی صورت میں بھی اسے شہید کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا۔(٦٢)

درج بالا نقلی اور عقلی دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وبائی امراض سے احتیاط اور حفاظتی تدابیر کے طور پر مناسب اقدامات ضروری ہیں۔ اس ضمن میں اسلامی فکر سے جو رہ نما اصول سامنے آتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال سے مستنبط ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اسی کی تعلیم ارشاد فرمائی، یہی وجہ ہے کہ مشہور صحابی حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کوڑھ والے مریض سے اجتناب کرنے کو اچھا محسوس کرتے تھے۔(٦٣) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں لشکر کے ساتھ ملک شام جا رہے تھے اور وہاں پر طاعون کی وبا کی خبر سن کر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کے بعد واپس مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔(٦٤) آپ کا

٦١- احمد بن شعیب النسائی، **السنن**، أبواب صفة الوضوء، باب مسح الأذنين مع الرأس وما يستدل به على أنها من الرأس (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۱۰ء)، رقم:۱۰۳۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، رقم: ۹۶۷۷۔

٦٢- البخاری، **الجامع الصحیح**، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم:۳۴۷۴۔

٦٣- ابو بکر ابن ابی شیبہ، **المصنف**، كتاب الأطعمة، باب من كان يتقي المجذوم (بيروت: دار قرطبة للطباعة والنشر والتوزيع، ۱۴۴۷ھ)، ۱۲: ۱۴۱۷، رقم: ۸۸۷۵۔

٦٤- البخاری ، **الجامع الصحیح**، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، رقم:۵۷۲۹؛ مسلم بن حجاج، **الصحیح**، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، رقم:۵۷۸۴۔

یہ عمل حفاظتی تدابیر کی اہمیت کی نشان دہی کرتا ہے۔اس پسِ منظر میں کسی وبائی مرض سے متعلق معلومات، اس کے منفی اثرات اور اس سے بچاؤ کی حفاظتی تدابیر کو بیان کرنا اور ان پر عمل کرنا تعلیماتِ نبوی ﷺ کی حکمتوں کے عین مطابق ہے۔وبا سے متاثرہ شخص سے فاصلہ رکھا جائے، دوسروں سے مصافحہ اور معانقہ کرنے سے گریز کیا جائے، صرف زبانی سلام پر اکتفا کیا جائے، ضرورت کے تحت باہر نکلتے وقت اپنے منہ کو ڈھانپ کر رکھا جائے۔اسلام انسانوں کے فطری تقاضوں کی بھرپور تکمیل کرتا ہے۔بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو رُوحانیت کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ہماری ماڈّی فلاح اور بدنی صحت کے لیے بھی ایک بہترین اور مکمل ضابطہ ٔ حیات ہے۔اِس پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف ہم اَخلاقی و رُوحانی اور سیاسی و معاشی زندگی میں عروج حاصل کر سکتے ہیں بلکہ جسمانی سطح پر صحت و توانائی کی دولت سے بھی بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔اِسلام علاج کے ساتھ ساتھ حفظانِ صحت اور اِحتیاطی تدابیر پر بھی زور دیتا ہے۔

ب- وبائی امراض کی تشخیص، علاج اور ادویات کی تیاری میں مسلمانوں کا حصہ

وبائی امراض کے تدارک کے لیے اسلام نے صرف حفاظتی تدابیر ہی اختیار کرنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان امراض کی تشخیص اور علاج کے مختلف طریقے استعمال میں لانے کی ترغیب بھی دی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے طب سے متعلق مختلف علوم کی ترقی و ترویج میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔اسلام میں علاج کو مذہبی فریضے کی حیثیت حاصل ہے۔طب، دوا، علاج، صحت اور شفا سے متعلق مختلف اُمور کو اسلام میں کیا حیثیت اور درجہ حاصل ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے بہ خوبی کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کے متعدد ناموں میں سے ایک نام "الشفاء" بھی ہے۔شفا سے متعلق ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء"[۶۵]

(اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض پیدا نہیں کیا جس کی شفا نازل نہ فرمائی ہو۔)

طبیب کا پیشہ اور اس کے اخلاقی و احتیاطی تقاضوں کی ذمہ دارانہ نوعیت اور حساسیت کا اندازہ اس حدیثِ نبوی سے ہوتا ہے: "من تطبب ولا يعلم منه طب فهو ضامن"[۶۶] (جس نے علم طب سے ناواقفیت

۶۵- البخاری، **صحيح البخاري**، كتاب الطب، باب ماأنزل الله داء إلا أنزل له شفاء، ۷: ۱۲۲، رقم: ۵۶۷۸۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، ۵: ۲۹۴۔

۶۶- ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق، **السنن**، كتاب الديات، باب فيمن تطبب بغير علم فأعنت (بیروت: المكتبة العصرية، س۔ن)، رقم: ۴۵۸۶۔ اس حدیث کی سند حسن ہے، دیکھیے: المزی، **تحفة الأشراف**، رقم: ۸۷۴۶۔

کے باوجود اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا تو وہ ضامن ہو گا۔(اس دروغ گوئی پر اس کی دُنیا و آخرت میں پکڑ ہو گی۔)

حضور اقدس ﷺ نے صحت و تندرستی کی اہمیت کے احساس کو بیدار رکھنے کی بھر پور کوشش فرمائی۔ حضور ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو:"اغتنم خمساً قبل خمس: حیاتک قبل موتک، وصحتک قبل سقمک ، وفراغک قبل شغلک ، وشبابک قبل ھرمک، وغناک قبل فقرک."[٦٧] (غنیمت جانو پانچ کو پانچ سے پہلے: حیات کو موت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، فراغت کو مشغول ہونے سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور مال دار ہونے کو فقیری سے پہلے۔)

طب و صحت سے متعلق نبوی ہدایات کا ہی اثر تھا کہ مسلمانوں نے مختلف بیماریوں کی تشخیص کے آلات و آداب، زود اثر ادویات کی تیاری اور علاج کے جدید طریقوں پر خوب محنت کی۔ طبی میدان میں ہونے والی اس جامع ترقی میں مختلف زمانوں، مختلف علاقوں اور مختلف رنگ و نسل کے مسلمانوں نے اپنا کردار ادا کیا۔[٦٨] انھوں نے علمِ طب کے نظریاتی و تجرباتی، دونوں پہلوؤں پر تحقیقات کیں۔ اس کی ایک بہترین مثال جابر بن حیان کی ہے جس نے لکھا کہ دواؤں کی قوتوں اور اثرات کو دقیق ریاضیاتی سطح پر ضبط میں لانا ضروری ہے۔ اسی لیے مسلمانوں نے علمِ طب کو جدید سائنسی اور ریاضیاتی پیمانوں پر ترقی دینے کی کوششیں کی۔[٦٩]

اسلامی تہذیب میں دینی اور طبی علوم کا فروغ ہمہ جہت اور ہم آہنگ انداز میں ہوا۔ دینی علوم کے بہت سے ماہرین علمِ طب میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ابنِ رشد اور ابن سینا ایسے ماہرینِ علم و فن تھے جو محدث و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ فلسفی، سائنس دان اور طبیب بھی تھے۔[٧٠]

مسلمانوں نے قدیم انسانی دانش سے استفادہ کرنے کے لیے فنِ ترجمہ کو ترقی دی۔ طب و دواسازی اور ان سے متعلقہ دیگر علوم پر مشتمل کُتب کے عربی زبان میں تراجم کرائے گئے، مریضوں کی عزتِ نفس کے تحفظ اور ان کی ذاتی و شخصی نوعیت کی معلومات کو خفیہ رکھنے کے لیے پیشہ ورانہ اخلاقیات کے اصولوں کی پاس داری ہر

٦٧- جلال الدین سیوطی، **الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير**(بیروت: دار الكتب العلمية، ٢٠٠٦ء)، ٧٧، رقم:١٢١٠۔

٦٨- ابو العباس ابن ابی اصیبعہ، **عيون الأنباء في طبقات الأطباء** (بيروت: دار مكتبة الحياة،١٩٦٥ء)، ١- ٢٠٠۔

٦٩- جابر بن حیان، **کیمیاء** (بیروت:دار المعارف،١٩٣٥ء)،٢٧٦۔

70- Seyyed Hossein Nasr, *Science and Civilization in Islam* (Chicago: ABC International Group,Inc), 184

ممکن طریقے سے کی گئی۔ طب کے میدان میں تعلیم وتربیت کی سہولیات سے آراستہ ادارے تشکیل دیے گئے۔ شفا خانے تعمیر کیے گئے۔ سنان بن ثابت حرانی (م ۳۳۱ھ) نے بغداد میں جب اپنا شفاخانہ بنایا تو اس کی ایک شاخ کے طور پر گشتی شفاخانہ (Mobile Hospital) بھی بنایا، اس منفرد نوعیت کے شفاخانے کی یہ بھی ذمے داری تھی کہ جیل خانے میں موجود قیدیوں کا علاج کیا جائے۔[۷۱] مریضوں کا ریکارڈ باقاعدہ طور پر ترتیب دیا جانے لگا، طبی آلات واوزار بنائے جانے لگے، امراض کی تشخیص کے لیے لیبارٹریاں قائم کی گئیں۔ وبائی امراض سمیت مختلف اقسام کی بیماریوں کے علاج کے ضمن میں جو کُتب لکھی گئیں ان میں ابنِ ہبل (م ۶۱۰ھ) کی **كتاب المختارات في الطب**،[۷۲] ابن سینا (م ۴۲۸ھ) کی **كتاب الشفاء**،[۷۳] **كتاب النجاة**[۷۴] اور **القانون في الطب**،[۷۵] علاؤ الدین ابن نفیس قرشی (م ۶۸۷ھ) کی **موجز القانون**،[۷۶] ابو بکر محمد بن زکریا رازی (م ۳۱۳ھ) کی **الحاوي في الطب**،[۷۷] ابو بکر رازی کی ہی **كتاب الجدرى والحصبة، منافع الأغذية، كتاب ابدال الأدوية** اور **كتاب المنصوري**، ابو الحسن علی بن سہل ربن طبری (م ۲۴۷ھ) کی **فردوس الحكمة**، ابو منصور موفق بن علی ہروی (م ۳۴۰ھ) کی **الأبنية عن حقائق الأدوية**، ابو القاسم ابن عباس زہراوی (م ۴۲۷ھ) کی **التصريف**، علی بن عیسیٰ (م ۴۳۰ھ) کی **تذكرة الكحالين**، ابن مسکویۃ (م ۴۲۱ھ) کی **كتاب الأشربة**، علی بن عباس (م ۹۹۴ھ) کی **كامل الصناعة الطبية**، داؤد انطاکی (م ۱۵۹۹ء) کی **تذكرة أولى الألباب**، ابن جلجل (م بعد ۳۷۷ھ) کی **تفسير أسماء الأدوية المفردة**، ابن وافد (م ۱۰۷۰ء) کی کتاب

۷۱۔ ابراہیم عمادی ندوی، **مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات** (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء)، ۶۴۔

۷۲۔ ابو الحسن علی بن احمد ابنِ ہبل، **كتاب المختارات في الطب** (حیدر آباد: جمعیۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ۱۳۶۲ھ)۔

۷۳۔ ابن سینا، **كتاب الشفاء** (ایران: موسسۃ بوستان کتاب، س ن)۔

۷۴۔ وہی مصنف، **كتاب النجاة** (ایران: موسسۃ بوستان کتاب، س ن)۔

۷۵۔ وہی مصنف، **القانون في الطب** (بیروت: دار الكتب العلمية، س ن)۔

۷۶۔ علاء الدین قرشی، **موجز القانون**، مترجم: حکیم محمد کبیر الدین (انڈیا: دہلی، مطبعہ برقی محبوب المطابع، ۱۹۳۰ء)۔

۷۷۔ ابو بکر محمد بن زکریا رازی، **الحاوي في الطب** (بیروت: دار إحياء التراث العربي، س ن)۔

الأدوية المفردة، ابو العلاء ابن زہر (۵۲۵ھ) کی **مجربات الخواص، التذکرة، جامع اسرار في الطب، الادوية المفردة** اور **حل شكوك الرازي على كتب جالينوس**، ابو مروان عبد الملک (م۱۱۶۲ء) کی **كتاب التيسير في المداواة والتدبير**، ابن رشد (م۱۱۹۸ء) کی **كتاب الاسطقسات، كتاب العلل والأمراض، كتاب القوى الطبيعية، كتاب المزاج، مقالة في أصناف المزاج، مقالة في حميات العفن، كتاب حفظ الصحة** اور **مقالة في الترياق**، ابن بیطار (م۱۲۴۸ء) کی **الجامع المفردات الأدوية والأغذية**(۷۸) شامل ہیں۔

لسان الدین ابن الخطیب (م۷۷٦ھ) مسلم اندلس کا ممتاز طبیب تھا، اس نے طاعون کی تباہ کاریوں کا براہ راست مشاہدہ کیا تھا۔ اس نے وبائی امراض کے اسباب، نتائج، تشخیص اور علاج سے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔(۷۹) ابن الخطیب نے اپنی کتاب **مقنعة السائل عن المرض الهائل**(۸۰) میں وبائی امراض کے اسباب خصوصاً چھوت کے قانون پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ ہم چھوت کے دعوے کو کیوں تسلیم کرتے ہیں جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی تردید کی گئی ہے، تو اس کا جواب ہے کہ چھوت کا وجود تجربہ، استقرا، حس، مشاہدہ اور مسلسل اطلاعات سے ثابت ہے۔ جو شخص بھی اس مسئلے پر غور و فکر کرتا ہے اس سے پوشیدہ نہیں رہتا کہ جو بھی اس مرض کے مریض سے براہ راست رابطہ رکھتا ہے اکثر وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ جو ایسے مریض سے دور رہتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔ ایسے مرض کا پھیلاؤ اس حد تک خطرناک ہوتا ہے کہ اس میں پہننے والے کپڑے اور استعمال ہونے والے برتن بھی مرض کے پھیلاؤ کا باعث بن جاتے ہیں، اگر کسی مریض کے کان کی بالی بھی پہن لی جائے تو اس سے بھی مرض منتقل ہو جاتا ہے۔ یوں وبا کے نتیجے میں پورا گھر، پورا محلہ اور پھر پورا شہر متاثر ہو جاتا ہے۔ چھوت کے اثرات کے حوالے سے بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وبائی امراض کا

۷۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی، **اندلس میں مسلمانوں کے سائنسی کارنامے** (لاہور: اردو بازار، پروگریسو بکس، ۲۰۱۵ء)؛ محمد اختر مسلم، "علم طب میں مسلمانوں کا حصہ" **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۱۸: ۱۲ (جولائی ۲۰۱٦ء)۔

۷۹۔ ندوی، **مسلمان سائنس دان**، ۲۵۲-۲۵٦۔

۸۰۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ لسان الدین الخطیب، **مقنعة السائل عن المرض الهائل** (رباط: دار الأمان، ۲۰۱۵ء)، ۱-۱۰۰۔

شکار ہونے والے لوگوں سے رابطہ رکھنے والے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بیماری سے بچ گئے اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جن کا کسی مریض سے رابطہ نہ تھا مگر وہ ہلاک ہوگئے۔ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے ابن خطیب نے لکھا ہے کہ سلامتی یا ہلاکت کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ نے کرنا ہوتا ہے، لیکن ایسی صورتِ حال کی وضاحت کے لیے لکڑیوں کے جلنے کا عمل زیرِ غور رہنا چاہیے: یاد رہے کہ خشک لکڑی آگ سے جلدی جل جاتی ہے، جب کہ گیلی لکڑی کو جلدی آگ نہیں پکڑتی۔ دراصل مرض کے مبتلا ہونے میں کسی مریض کی اپنی قوت مدافعت کا بڑا اہم کردار ہے، یہ قوت مضبوط ہو گی تو ایسا شخص بیماری کا سامنا آسانی سے کر سکے گا اور اگر یہ قوت کم زور ہوئی تو مرض اس پر آسانی سے غلبہ پالے گا۔[(۸۱)]

وبائی امراض کے متعدی ہونے سے متعلق ابن الخطیب کی ان آرا کی موافقت اس کے ہم عصر طبیب احمد بن علی بن خاتمہ (م ۷۷۱ھ) نے بھی کی۔ ابن خاتمہ نے ابن الخطیب کی اس بات کی تائید کی ہے کہ طاعون چوہوں اور پسوؤں میں موجود بعض متعدی امراض کے باعث بھی پھیلتا ہے۔[(۸۲)] دور حاضر میں اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کے زوال اور اسلامی ممالک کے سائنسی اعتبار سے پس ماندہ ہونے کی وجہ سے یہ تاثر عام ہو گیا ہے کہ امراض کے متعدی ہونے سے متعلق مختلف تحقیقات اہلِ یورپ نے ہی کی ہیں اور اس ضمن میں مسلمانوں کا کوئی کردار نہیں۔ تاریخی شواہد کا تجزیہ کسی صورت اس تاثر کی حمایت نہیں کرتا۔ یورپ نے بیسویں صدی عیسوی میں چھوت کے قانون پر تحقیق و تفتیش کا آغاز کیا، اس کے برعکس ابن الخطیب نے ۸ صدیاں قبل اس موضوع پر بہت سے حقائق واضح کر دیے تھے۔ اہلِ مغرب کی یہ لاعلمی بڑی معنی خیز ہے، اس ضمن میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ مستشرق M. Muller نے ۱۸۶۳ء میں ابن الخطیب کی مذکورہ کتاب کا ترجمہ کیا اور اسے علمی حلقوں کے لیے شائع کیا۔ اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ وبائی امراض سے متعلق یورپی محققین کی مختلف کامیابیوں کی بنیاد ان افکار و حقائق پر ہے جو انھوں نے مسلم علما و مفکرین سے بلاواسطہ یا بالواسطہ حاصل کیے تھے۔[(۸۳)] وبائی

۸۱– نفس مرجع۔

82– Joseph P. Byrne, *The Black Death* (Westport, Connecticut: Greenwood Press, 2004), 158.

۸۳– فواد سیزگین، ”تاریخ طب میں عربوں اور مسلمانوں کا مقام“، مترجم: خورشید رضوی، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۲۸: ۳ (۱۹۹۱ء)، ۸۱– ۱۰۰۔

امراض کے دوران مرنے والے لوگوں کی تجہیز و تکفین بھی ایک اہم مسئلہ رہا ہے، خصوصاً کروناوائرس کی صورت حال کے دوران انسانی لاشوں کی بے حرمتی سے متعلق بہت سی شکایات سامنے آئی ہیں۔ مہذب الدین ابوالحسن علی بن احمد بن علی ابن ہبل البغدادی ایک تجربہ کار مسلم طبیب، سیاح اور مؤرخ تھے، انھوں نے وضاحت سے لکھا ہے کہ مصر میں ۵۹۷ھ میں قحط آیا، اس دوران انھیں بہت سی انسانی لاشوں اور ڈھانچوں کے مشاہدے و معائنے کا موقع ملا۔ یہ معلوم انسانی تاریخ میں پوسٹ مارٹم کی طرز پر انسانی لاشوں کے معائنے کی پہلی مثال ہے۔ اپنے مشاہدے و تجربے کی بنا پر انھوں نے واضح کیا کہ مغربی ماہرِ طب گیلن نے جبڑے کی نچلی اور کولہے کی ہڈی کی تصویر بنانے میں اچھی خاصی غلطی کی ہے۔[۸۴]

اس مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن کے عروج کے دور میں مسلمانوں نے علمی و تہذیبی تقاضوں کے مطابق وبائی امراض کا مقابلہ کرنے کی سعی کی۔ مسلم معاشروں میں طب اور اطبا کی بڑی سماجی حیثیت تھی اور مسلم فکر میں علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ طبی علوم کی ترویج کی حوصلہ افزائی کی واضح تعلیمات بھی ملتی ہیں۔

۵- اسلامی تہذیب و تمدن پر وبائی امراض کے ایجابی اثرات

وبائی امراض، قدرتی آفات اور وسیع پیمانے پر رونما ہونے والے سانحات نے جہاں مختلف ادوار اور علاقوں میں تباہیاں اور ہولناکیاں بپا کی ہیں وہیں ان کے سبب بہت سی سیاسی، سماجی، معاشی اور تمدنی تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں۔ بعض وباؤں نے تو متاثرہ لوگوں کی اکثریت کو موت کے حادثے سے دوچار کر دیا، بہت سے ملکوں اور شہروں کی آبادیاں نصف حد تک کم ہو گئیں۔ بعض معاشروں میں کسی خاص پیشے سے وابستہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد معدوم ہو کر رہ گئی تو زندہ بچ جانے والوں نے نسبتاً بہتر معاوضے اور خوب تر حالاتِ زندگی کی تحصیل کے لیے مختلف اقسام کی تحریکوں کا آغاز کر دیا۔ اسی روش کے زیرِ اثر مغربی یورپ کو جاگیرداری کے چنگل سے چھٹکارا ملا اور مزدوروں کو ان کی محنت کا صلہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ملنے لگا۔ اس بڑی سماجی تبدیلی کا سبب وہ ہمہ گیر تحریک تھی جو کسانوں نے جبری مشقت، انتہائی کم اُجرت اور جرمانوں کے خلاف پوری قوت کے ساتھ شروع کی تھی۔ اس

۸۴- مہذب الدین ابوالحسن علی بن احمد بغدادی، **كتاب المختارات في الطب** (نئی دہلی: سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، وزارت صحت، حکومت ہند، س۔ن)، ۱- ۱۰۰؛ ندوی، **مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات**، ۶۴۔

تحریک کی کام یابی کے نتیجے میں کسان آزاد ہوئے، مزدوروں کا معاوضہ بڑھا اور بہت سی سیاسی اصلاحات عمل میں آئیں۔ لیکن سیاسی وسماجی تبدیلی کا یہ تجربہ مشرقی یورپ میں بہت مختلف رہا، یہاں بھی بہت سے کسان موت کا شکار ہوئے، باقی بچ جانے والوں نے جاگیر داری کے خلاف کوئی منظم جدوجہد نہ کی جس کا نتیجہ یہ بر آمد ہوا کہ جاگیر دار مزید مضبوط ہو گئے۔(۸۵)

اسلامی ممالک میں وباؤں کا اثر مختلف زمانوں اور علاقوں میں مختلف نوعیتوں اور خصائص کا حامل رہا۔ جو بھی تبدیلیاں واقع ہوئیں ان کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق مذہبی نظریات اور تہذیبی ارتقا سے متعلق افکار سے تھا۔ اسلامی تہذیب چوں کہ ایک خدا، رسولوں کے ایک منظم، مربوط اور بامقصد سلسلے (جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوا)، نیکی وبدی کے معاملات کی جواب دہی اور ساری انسانیت کی خیر وفلاح سے متعلق مضبوط اعتقادات ومسلّمات پر قائم ہے، اس لیے یہاں وبائی امراض کے نتیجے میں جو ماحول پروان چڑھا وہ علمی ارتقا، فقہی توسّع، تحقیقی رسوخ، تفتیشی روش کی تحسین اور طبی انتظامات وسہولیات پر توجہ ایسے رویوں کو پھیلانے میں معاون ثابت ہوا۔ ان رویوں نے جرأت وحکمت کے امتزاج، باصلاحیت ودانش مند قیادت کی تشکیل، دیگر اقوام اور ان کی تہذیبوں سے اخذ واستفادہ، عقائد وروایاتِ اسلامیہ پر بھرپور اعتماد، سماجی تعاون اور انسان دوستی کے لازوال وصالح اوصاف سے متصف انسانی اور اسلامی معاشرے تشکیل دینے میں مدد کی۔ مختلف زمانوں اور علاقوں میں ظاہر ہونے والے مختلف وبائی امراض کے اسلامی تہذیب وتمدن پر جو نمایاں اثرات مرتب ہوئے انھیں ذیل کی سطور میں بیان کیا جاتا ہے:

اَ. علم طب اور تحقیق وتنقید پر مبنی رجحانات کا ارتقا

وبائی امراض سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں نے جو حکمتِ عملی اختیار کی اُس کے تحت ایسی علمی سرگرمیوں کو فروغ دیا گیا جن کے نتیجے میں وباؤں کے اسباب تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ صرف طاعون کی تشخیص، علامات اور دیگر جہات پر جو کتب تحریر کی گئیں اُن کی تعداد کا اندازہ لگانا محال ہے۔ اس ضمن میں لکھی گئی اہم کتب میں **کتاب الطواعین** از ابن ابی الدنیا، **الطب المسنون في دفع الطاعون**(۸۶) از ابن ابی

85– Lisa Blaydes and Eric Chaney, "The Feudal Revolution and Europe's Rise: Political Divergence of the Christian West and the Muslim world before 1500 CE", *American Political Science Review*, 107, no.1 (2013), 16-34.

۸۶– العسقلانی، **بذل الماعون**، ۳۳۔۳۴۔

مجلہ،**کتاب الطاعون**[۸۷] از ابن القیم ، **جزء في الطاعون** از السبکی، **جزء في الطاعون** از محمد بن محمود الحنبلی، **الأدعية المنتخبة والأدوية المجربة** از علامہ البسطامی ، **حل الحبا لارتفاع الوبا**[۸۸] از علامہ الملوی، **بذل الماعون في فضل الطاعون**[۸۹] اور **فتح الباري**[۹۰] از علامہ ابن حجر عسقلانی، **مختصر بذل الماعون**[۹۱] از شرف الدین یحییٰ المصری، **تسلية الواجم في الطاعون الهاجم** از علامہ عبد الرحمن حنبلی، **وصف الدواء في كشف آفات الوباء** از شیخ الأنطاکی الحنفی، **كتاب الطواعين** از ابن مبرد، **ما رواه الواعون في أخبار الطاعون** از جلال الدین سیوطی، **رسالة الوباء وجواز الفرار منه** از قاضی البارحصاری، **منهج الإسلام في مواجهة أوبئة العصر أنفلونزا الخنازيز الطاعون**[۹۲] از احمد علی سلیمان،**تحفة الراغبين في بيان أمر الطواعين** از علامہ زکریا الانصاری السنیکی، **رسالة في الطاعون و جواز الفرار عنه** اور **الإباء عن مواقع الوباء**[۹۳] از ادریس البدلیسی، **راحة الأرواح في دفع عاهة الاشباح** از ابن کمال پاشا، **تحفة النجباء بأحكام الطاعون والوباء**[۹۴] از ابن طولون الدمشقی،

۸۷– اسماعیل بن محمد امین، **إيضاح المكنون في الذيل على كشف الظنون** (بيروت: دارإحياء التراث، ۱۹۹۷ء)، ۲: ۱۵۸۔

۸۸– حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبداللہ جلبی، **كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون** (بيروت:دارإحياء التراث، ۲۰۰۸ء)،۱: ۳۲– ۳۳۔

۸۹– العسقلانی، بذل الماعون، ۳۴۴۔

۹۰– العسقلانی، فتح الباري، ۷: ۱۳۸۔

۹۱– اسماعیل بن محمد امین، إيضاح المكنون،۳: ۲۸۷۔

۹۲– العسقلانی، بذل الماعون،۳۵۔۳۶۔

۹۳– احمد علی سلیمان، **منهج الإسلام في مواجهة أوبئة العصر انفلونزا الخنازير- الطاعون** (مكتبة الأديب كامل كيلانى،۲۰۰۹ء)،۱– ۳۸۔

۹۴– العسقلانی، بذل الماعون،۳۶۔۲۷۔

البشارة الهنية بأن الطاعون لا يدخل مكة و المدينة [۹۵] *از شمس الدین مالکی*، **الشفاء في أدواء الوباء** *از علامہ طاشکبری زادہ*، **رسالة في الطاعون ووصفه** [۹۶] *از ابن نجیم المصری*، **مايفعله الأطباء والداعون لدفع شر الطاعون** *از علامہ المقدسی*، **خلاصة ما يحصل عليه الساعون في أدوية دفع الوبا والطاعون** [۹۷] *از علامہ البیلونی*، **الطاعون الذي أصاب الجزائر في وقته** [۹۸] *از ابن حمادوش*، **مسكن الشجون في الفرار من الطاعون** *از سید نعمت اللہ الجزائری*، **منحة الطالبين لمعرفة أسرار الطواعين** *از علامہ مناوی*، **طلسم العون في الدواء والصون عن الطاعون والوباء** [۹۹] *از علامہ ایاس*، **كتاب فيه ذكر الوباء والطاعون** [۱۰۰] *از علامہ یوسف السرمری*، **تحفة السامع و القاري في بيان داء الطاعون البقرى الساري** [۱۰۱] *از حسن پاشا*، **خلاصة الظنون في أحوال الطاعون**، **رسالة في الطاعون** اور **رسالة في علاج الطاعون** [۱۰۲] *از ڈاکٹر محمد آفندی*، **جهاز المعجون في الخلاص من الطاعون** [۱۰۳] *از مستقیم زادہ*، **حسن النبأ في جواز التحفظ من الوباء** [۱۰۴] *از سید محمد*

۹۵- چلپی، کشف الظنون،۱: ۷۳۶- ۸۳۹۔

۹۶- *العسقلانی*، بذل الماعون، ۳۸۔

۹۷- *اسماعیل بن محمد امین*، إيضاح المكنون، ۴: ۲۵۴۔

۹۸- *العسقلانی*، بذل الماعون، ۳۹۔

۹۹- *ابوالقاسم سعد اللہ*، تاريخ الجزائر الثقافي (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء)،۲: ۴۳۱۔

۱۰۰- *العسقلانی*، بذل الماعون،۳۶-۳۹۔

۱۰۱- *السرمری*، كتاب فيه ذكر الوباء و الطاعون (عمان: دار الاثرية،۲۰۰۱ء)، ۷-۸۷۔

۱۰۲- *ادوارد کرنیلیوس فاندیک*، اكتفاء القنوع بما هو مطبوع (مصر: مطبعة التاليف،۱۸۹۶ء)، ۴۴۷۔

۱۰۳- *العسقلانی*، بذل الماعون، ۳۷۔

۱۰۴- *اسماعیل بن محمد امین*، إيضاح المكنون،۳: ۳۸۳۔

التونسی، **إتحاف المصنفین و الأدباء بمباحث الاحتراز عن الوباء**[۱۰۵] از حمدان الجزائری، **جواب الوزیر في حرمة امتناع الحاج عن دخول مکة عند الوباء الکبیر**[۱۰۶] از علامہ خرپوتی، **سر الساعون في دفع الطاعون** از مصطفیٰ بکری، **القول المتین في أن الطاعون لا یدخل البلد الأمین**[۱۰۷] از عبد اللہ الرعینی، **الحق المجتلی في حکم المبتلی**[۱۰۸] اور **تیسیرالماعون للسکن في الطاعون**[۱۰۹] از مولانا احمد رضا خان بریلوی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

وبائی امراض کے علاج کے طور پر خالصتاً جن کتب میں علمِ طب کے حوالے سے مباحث پائے جاتے ہیں اُن کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔[۱۱۰] اِن کُتب، رسائل اور مدونات میں نہ صرف یہ کہ وباؤں سے متعلق معلومات اور تشخیص و علاج کے طریقے درج تھے بلکہ اس ضمن میں عوامی و سماجی سطح پر پائے جانے والے فرسودہ اور غلط خیالات کی نشان دہی بھی کی گئی تھی۔ وبائی امراض کی تاریخ اور علاج کے بارے میں مختلف زبانوں میں موجود کتب کا عربی زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ دوا کی قوت اور اثر کو ریاضیاتی معیار پر جانچنے کے انتظامات تجویز کیے گئے۔ طبی، تعلیمی، تربیتی، انتظامی اور سماجی شعبہ جات میں ایسے اقدامات کیے گئے جن کے نتیجے میں سائنسی مزاج کا ارتقا ہُوا، غور و فکر کی عادات پختہ ہوئیں اور نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل کو استعمال میں لانے کے رجحانات فروغ پائے۔ طب کی تعلیم کے حصول کے لیے خصوصی ادارے قائم کیے گئے۔ فقہی ادب میں وبائی امراض سے متعلق مسائل کا حل بتایا گیا؛ عائلی زندگی کے دوران ان امراض کے نتیجے میں جو خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں وہ خاص طور پر زیر بحث آئیں۔ اس ضمن میں فسخِ نکاح کا معاملہ بھی بیان ہوا۔ طاعون سمیت دیگر وبائی امراض سے متعلق

۱۰۵- العسقلانی، **بذل الماعون**، ۴۰۔

۱۰۶- نفس مرجع، ۴۰۔

۱۰۷- اسماعیل بن محمد امین، **إیضاح المکنون**، ۳: ۳۸۷۔

۱۰۸- نفس مرجع، ۴: ۲۵۴۔

۱۰۹- احمد رضا خان بریلوی، **فتاویٰ رضویہ** (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء)، ۲۴۔

۱۱۰- دیکھیے صفحات نمبر ۱۲۴– ۱۲۵۔

لکھی گئی کتب سے مسلمانوں کا تحقیق و تنقید سے وابستہ ذوق بھی منظر عام پر آیا۔ اس پسِ منظر میں یہ کہنا بجا ہو گا کہ وبائی امراض سے نجات حاصل کرنے کے ضمن میں مسلمانوں کے ہاں غیر معمولی علمی و فکری تحرّک پایا گیا۔

ب. طبی سہولیات کی فراہمی پر خصوصی توجہ

وبائی امراض سے چھٹکارا پانے کے لیے مسلمانوں نے بھرپور عملی و انتظامی اقدامات کیے۔ تنظیمی و ادارہ جاتی اُمور پر مناسب انسانی و مالی وسائل استعمال کیے گئے۔ تشخیص، ادویہ سازی، علاج اور لیبارٹریوں کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے۔ شفا خانے قائم کیے گئے، معروف طبیب سنان بن ثابت نے گشتی شفا خانوں (Mobile Hospitals) کا سلسلہ شروع کیا، نیز ایسے مناسب انتظامات کیے جن کے نتیجے میں جیل کے قیدیوں کو بھی علاج کی سہولیات حاصل ہو گئیں۔[۱۱۱] محمد بن زکریا رازی نے مریضوں کا مکمل ریکارڈ تشکیل دینے کی روایت کا آغاز کیا۔[۱۱۲] مسلمانوں نے مریضوں کے علاج اور اس دوران ان کی دیکھ بھال کے ضمن میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے اطبا کی تعلیم و تربیت کا اتنا احسن انتظام کیا کہ وہ مریضوں سے شفقت اور ہم دردی کا سلوک کرتے تھے۔[۱۱۳]

ج. اہل قیادت کی تشکیل

اسلامی تہذیب کا ایک قابلِ ذکر اعزاز یہ ہے کہ دور عروج میں اس کے حاملین فہم و شعور، جرأت و لیاقت اور حکمت و بصیرت کی دولت سے مالا مال تھے۔ مسلمانوں نے مختلف اُمور خصوصاً اجتماعی و ریاستی معاملات میں کبھی ضد، انا اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مثبت رویہ اختیار کرتے ہوئے نظمِ مملکت کو اجتماعی ترقی، انسان دوستی، مذہبی رواداری اور اصلاحِ احوال کے لازوال اصولوں پر رواں رکھنے کی کوشش کی۔ وبائی امراض اور ان کے پیدا کردہ مسائل سے بچنے کے لیے مسلمانوں کی قیادت نے تاریخ کے مختلف مراحل میں مشاورت، مثبت اور بامقصد تنقید، تحقیق و تفتیش، بروقت فیصلہ سازی اور مضبوط و مربوط انتظامی صلاحیت کی حکمت ہائے عملی کو پوری متانت و جرأت کے ساتھ استعمال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جذام کے مریض سے ملاقات کرنے سے گریز کیا اور اس

۱۱۱- ندوی، **مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات**، ۶۴۔

۱۱۲- بغدادی، **كتاب المختارات في الطب**، ۹۸۔

۱۱۳- محمد زبیر اور ممتاز خان،"اسلام میں طبی ضابطہ ٔ اخلاق :ایک تحقیقی جائزہ"، **ایکٹا اسلامیکا**، دیر اپر، ۱: ۱ (جنوری- جون ۲۰۱۳ء)، ۲۴۔

ضمن میں کسی ہچکچاہٹ یا عار کو آڑے نہیں آنے دیا۔[(۱۱۴)] رسول اللہ ﷺ کی اس قائدانہ شان و شوکت اور تعلیم و تربیت کے مستحکم نظام کا اثر تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ملکِ شام میں داخل نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب بتایا گیا کہ وہاں وبائی مرض انسانوں پر حملہ آور ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے تحقیق و مشاورت کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد جرأت اور دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً وہاں سے واپسی کا فیصلہ کیا۔[(۱۱۵)] آپ رضی اللہ عنہ نے کسی منفی مقصد کی حامل تنقید کا خوف کیے بغیر یہ انتظامی اقدام کیا۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ نے شام میں پہلے سے موجود اپنے ساتھیوں کی وبا سے حفاظت کے لیے دوبار اپنی فوج کے ذمہ داران کو خط لکھ کر ہدایات دیں اور ان کی وہاں سے محفوظ واپسی کے لیے ہر ممکن انتظامات کیے۔[(۱۱۶)] تاریخ اسلام کے وبائی امراض سے متعلق ایسے واقعات اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اسلامی تہذیب و تمدن کے ارتقا میں مسلمانوں کے ہاں موجود قیادت کے باصلاحیت، فرض شناس، دیانت دار اور جرأت مند ہونے کا اہم کردار رہا ہے۔

د. قدیم اور معاصر تہذیبوں سے استفادہ

وباؤں کی نوعیت، شدّت، اثر پذیری، تشخیص، دواؤں کی تیاری اور علاج کی تفہیم کے معاملات میں مسلمانوں نے کسی ضد، انا اور تعصّب کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ایک حقیقی اور خطرناک انسانی مسئلے کی حیثیت سے وبا کو عقلِ انسانی کے لیے ایک چیلنج سمجھا۔ اس ضمن میں مسلم حکما و اطبا نے قدیم اور معاصر ماہرینِ طب کی تحقیقات اور دریافتوں سے جرأت مندانہ استفادہ کیا۔ اس حوالے سے مسلمانوں کا رویہ مقلدانہ اور معذرت خواہانہ نہیں تھا کیوں کہ انھوں نے قدیم علمِ طب کا مطالعہ و تجزیہ کرتے ہوئے بہت سی اغلاط کی اصلاح کی اور بعض فرسودہ خیالات کی نشان دہی کی۔ مسلم حکم رانوں نے غیر مسلم اطبا کی خدمات حاصل کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا، یاد رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (م ۶۰ھ) نے ایک غیر مسلم طبیب ابن اثال سے متعدد طبی کتب کے یونانی سے عربی زبان میں تراجم کرائے۔[(۱۱۷)] بنو اُمیہ کے چوتھے خلیفہ مروان بن حکم (م ۶۵ھ) نے ایک یہودی طبیب ماسر جویہ کے ذریعے طب پر ایک کتاب کا عربی میں ترجمہ کرایا جو سریانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف

۱۱۴- مسلم بن حجاج، **الصحیح**، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوہ، رقم:۵۸۲۲۔

۱۱۵- البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الطب، باب ما یذکر في الطاعون، رقم:۵۷۲۹۔

۱۱۶- طبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۴: ۶۱۔

۱۱۷- محمد عبدالرزاق کانپوری، **البرامکۃ** (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء)، ۲۲۲۔

اسکندریہ کا ایک مسیحی پادری اہرون تھا۔[۱۱۸] عباسی خلیفہ مامون (م ۸۳۳ء) نے "بیت الحکمت" کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا جہاں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ فنِ ترجمہ کا غیر معمولی ارتقا ہوا۔ یہاں طب سمیت مختلف علوم کی کتب کا ترجمہ لاطینی، سریانی، سنسکرت، ہندی اور انگریزی زبانوں سے عربی میں کیا جاتا تھا۔[۱۱۹] ترجمے کی غرض سے قائم ہونے والے اس عظیم ادارے میں خدمات انجام دینے والے صرف مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ بہت سے غیر مسلم ماہرینِ علم و فن بھی ان میں شامل تھے۔ ان تاریخی شخصیات میں یوحنا بن بطریق (م ۲۰۰ھ)، عبدالمسیح بن الناعمی (م ۲۲۰ھ)، یوحنا بن ماسویہ (م ۸۵۷ء)، حنین بن اسحاق (م ۲۶۰ھ)، ثابت بن قرۃ الحرانی (م ۲۸۸ھ)، قُسطا بن لوقا (م ۹۰۰ء)، یوحنا بن بخت یسوع (م ۲۹۰ھ) اور اسحاق بن حنین (م ۲۹۸ھ) کے اسمائے گرامی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔[۱۲۰] عباسی خلفا کے دربار میں جن اطبا کو مختلف مناصب سے نوازا گیا تھا اُن میں ہندو، مسیحی اور دیگر غیر مسلم اطبا بھی شامل تھے۔ جورجیس، جبریل اور بخت یسوع عباسی عہد کے ممتاز طبیب تھے، ان کا تعلق مسیحی مذہب سے تھا۔ یوں مختلف امراض کا مقابلہ کرنے میں مسلمانوں نے دیگر مذاہب کے حاملین کی خدمات سے کسی تعصب کے بغیر فائدہ اٹھایا۔[۱۲۱] مختلف امراض خصوصاً وباؤں سے متعلق مسلمانوں نے قدیم انسانی دانش اور علمی سرمایے سے استفادے کے لیے جو معقول اور باوقار سلیقہ اختیار کیا اُس کے تحت موجود نقائص کی نشان دہی کی گئی، لفظی و تاریخی اغلاط کو درست کیا گیا اور بعض مقامات پر وضاحتی اضافے کیے گئے۔ اس پسِ منظر میں یہ علمی سرگرمی محض کسی کتاب کی ایک زبان سے دوسری کسی زبان میں منتقلی ہی نہ تھی بلکہ اس تہذیبی ذمہ داری کا بھی بھرپور خیال رکھا جاتا تھا کہ درج شدہ متون اور علمی نظریات کی اصلاح نئی نسلوں کی ایک اہم ضرورت ہے۔ وبائی امراض سے متعلق کثیر جہتی تحقیقات میں مسلمانوں نے جن اسالیب میں دیگر تہذیبوں کے علمی ورثے سے استفادہ کیا وہ ان کی علم دوستی، بے تعصبی اور مستقبل بینی کی اہم شہادتیں ہیں۔

ہ. اسلامی اعتقادات وروایات کا استحکام

مسلم معاشروں میں وبائی امراض کی آمد کے نتیجے میں اسلامی عقائد و نظریات پر اعتماد مستحکم ہُوا۔ یہ سمجھا

۱۱۸۔ محمد بن اسحاق ابن ندیم، **الفہرست** (کراچی: منشورات، آرام باغ، ۱۹۷۱ء)، ۱۹۲۔

۱۱۹۔ موسیو سیدیو فرانسیسی، **تاریخ عرب** (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۶ء)، ۲۴۰–۲۴۱۔

۱۲۰۔ ابن ابی اصیبعہ، **عیون الأنباء في طبقات الأطباء**، ۲۸۱۔

۱۲۱۔ رابرٹ بریفالٹ، **تشکیل انسانیت**، مترجم: عبدالمجید سالک (لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، ۱۹۹۴ء)، ۲۵۲۔

گیا کہ خدا کی ناراضی کے سبب وبا نے حملہ کیا ہے اس لیے خدا کو بہ ہر صورت راضی کیا جائے، مختلف اقسام کی دعاؤں کو ترویج حاصل ہوئی، رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام بھیجا گیا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے مختلف ذرائع اور انداز اختیار کیے گئے، اذکار کی محافل چھوٹی اور بڑی سطح پر منعقد کی گئیں، عبادات کے ضمن میں نماز، روزہ اور نوافل کی ادائی کے معمولات بڑھ گئے، مختلف حکومتوں کی طرف سے جب مساجد کو مکمل طور پر بند کرنے کا اندیشہ پیدا ہوا تو اس کے خلاف بھرپور ردِ عمل سامنے آیا۔ حکومتوں کو طوعاً و کرہاً علما سے مذاکرات کرنے پڑے اور مساجد میں احتیاطی تدابیر کو سامنے رکھتے ہوئے نماز باجماعت اور دیگر عبادات کی اجازت دی گئی۔[۱۲۲] اس ردِ عمل سے واضح ہوتا ہے کہ وبا کے آنے سے مسلم معاشروں میں اسلامی روایات کو استحکام حاصل ہوا۔ وبا کے نتیجے میں مسلمانوں کے ہاں خوفِ خدا، صبر، انفاق فی سبیل اللہ، نیکی، توبہ، استغفار، صدقہ و خیرات، توکل علی اللہ، سخاوت، ایثار و قربانی، تربیت و تزکیہ، مذہبی رہ نمائی کی طلب اور تلاش، عفو و درگزر، عاجزی و انکساری، اصلاحِ اعمال، حلال غذاؤں کا استعمال اور تلاوت قرآن کریم سے متعلق معمولات میں زبردست سنجیدگی اور فعالیّت دیکھنے میں آئی۔ قلبی اطمینان کی غیر معمولی صورتِ حال کی اہم وجہ یہ تھی کہ جب کوئی شخص وبا سے محفوظ رہتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا۔ اگر وہ زیادہ بیمار ہونے لگتا تو اسے تسلی ہوتی تھی کہ وبا سے مرنے کے نتیجے میں اسے شہادت کا رُتبہ مل جائے گا۔[۱۲۳] شہادت اور شکر کے احساسات و جذبات کے ساتھ مسلم معاشروں نے وبائی ایام میں روحانیت کے میدان میں خوب ترقی کی۔ وباؤں سے متعلق نبوی ہدایات اور مسلمانوں کی حفاظتی حکمت ہائے عملی کا اثر تھا کہ مسلم معاشروں میں ان ایام کے دوران جرائم اور گناہوں کی شرح بڑی حد تک کم رہی، شراب نوشی کے واقعات کم ہو گئے، ظلم کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا اور غیر ضروری اشیا سے گریز کرنے کی روش میں بہتری آئی۔

و۔ سماجی و معاشی تعاون کی ترویج

اسلامی تہذیب کا عکاس معاشرتی و اقتصادی ڈھانچہ انسان دوستی اور امداد باہمی کے بنیادی اوصاف کا حامل ہے۔ وباؤں کی آمد نے اس ڈھانچے کے اجزا و عوامل کو پوری طرح بیدار اور متحرک کر دیا۔ باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل کی ایسی صالح کیفیات سامنے آئیں کہ انسانیت کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ لوگوں نے اعلیٰ اخلاقی اقدار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اخوت، مساوات، ہم دردی، خدمت اور معاشی امداد کی بہترین مثالیں قائم کیں۔ کاروبار کی بندش کے نتیجے میں جب غربت و بدحالی میں اضافہ ہونے لگا تو بہت سے مخیّر اور خدا ترس لوگ میدانِ عمل میں آ

۱۲۲– کراچی: روزنامہ جنگ، ۳۰/مارچ، ۲۰۲۰ء۔

۱۲۳– البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۴۷۴۔

گئے، گھر گھر راشن تقسیم کیا گیا، نقد رقوم دی گئیں۔[۱۲۴] زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، صدقہ اور خیرات کی مختلف مدّات میں بہت سا مالی تعاون دیکھنے کو ملا۔ تعلیم و تربیت کی اہمیت کا احساس اُجاگر ہُوا، ذمہ داری اور فرض شناسی کے بہت سے قابلِ تقلید نمونے سامنے آئے، اجتماعیت اور سماجی ترقی سے متعلق شعور پیدا ہُوا، مختلف قومی اور بین الاقوامی اداروں کے باہمی روابط سے مسائل کو حل کرنے میں مدد ملی، زندگی کی قدر و قیمت کا احساس بڑھ گیا، عدمِ مساوات کا خاتمہ کرنے میں بہت سے لوگ سنجیدہ نظر آئے، انسانی اتحاد اور بے لوث محبت کے بہت سے واقعات رونما ہوئے۔ یہ احساس پیدا ہوا کہ انفرادی و اجتماعی معاملات میں احتساب بہت ضروری ہے؛ کیوں کہ وبا کو کسی غفلت کا نتیجہ سمجھا گیا ہے، اس لیے معاملات بہتر ہوں گے تو وبا سے نجات ملے گی۔ سادگی، صفائی ستھرائی اور حفاظتی تدابیر کے ذریعے وبا کو غیر مؤثر کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ محتاجوں، غریبوں، بیوگان اور بے روزگاروں کی بھرپور مالی و سماجی مدد کی گئی۔ الغرض وبائی امراض کے نتیجے میں اسلامی تہذیب کے حقیقی مظاہر واضح طور پر نمایاں ہو گئے۔ اس سے ایک طرف مسلمانوں کا باہمی تعاون بڑھا تو دوسری طرف دیگر تہذیبوں کے حاملین اسلامی تہذیب کی جانب رغبت کرنے لگے۔

۶- وباؤں کے مسلمانوں پر سلبی اثرات

اً. عمومی زوال اور تنزلی

وبائی امراض سے نجات اور دیگر انسانی مسائل کے حل کے ضمن میں مسلمانوں کا علمی اور عملی میدانوں میں فعالیت و تحرّک پر مبنی مثالی اور قابلِ تقلید رویہ مرورِ زمانہ کے ساتھ تنزّلی اور زوال کا شکار ہوا۔ اس تہذیبی و علمی زوال کے بہت سے اسباب و عوامل ہیں جن کا براہ راست تعلق مسلمانوں کی تاریخ سے وابستہ بعض ناقابلِ انکار حقائق اور اجتماعی غفلتوں، نامناسب سیاسی حکمت ہائے عملی، بعض مذہبی طبقات کی مصلحت پسندانہ اور مقلدانہ روش اور تعلیمی و تکنیکی شُعبہ جات میں جدّت و اختراع سے فرار جیسے حادثات و سانحات سے ہے۔ مسلم دُنیا میں طب و حکمت اور تحقیق و تفتیش کے شُعبہ جات کے حوالے سے جو تساہل و زوال گذشتہ پانچ صدیوں سے محسوس کیا جا رہا ہے اُس کا بڑی حد تک تعلق مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں موجود مطلق العنان بادشاہتوں، غیر شائستہ و نامناسب موروثی دعووں، غیر ضروری زیب و زینت سے وابستہ عیش و عشرت کے اقدامات، مختلف الانواع وحدتوں کے خاتمے، خود مختار ریاستوں کے قیام، بعض قبائل کی باہمی خانہ جنگی اور تعصّب پر مبنی سرگرمیوں، بیرونی حملہ آوروں

۱۲۴- کراچی: جنگ، ۲۳ / مارچ، ۲۰۲۰ء۔

کی جارحیتوں، عسکری کم زوریوں، سقوطِ بغداد و غرناطہ اور خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے سے ہے۔[۱۲۵] تعلیم و تربیت اور فقہ و اجتہاد کے میادین بھی اُس وقت ضُعف و اِنحطاط کا شکار ہونا شروع ہو گئے جب فقہی توسُّع اور مسلکی برداشت کی جگہ فرقہ وارانہ فسادات، توہین و تحقیر، ملامت و تشدد، اَنا و ضِد اور تقلیدِ جامد کی ترویج و تلقین کو ستائش و تحسین کا باعث سمجھا جانے لگا۔[۱۲۶] اخلاقی و معاشرتی بگاڑ اور مادہ پرستانہ خواہشات نے ایک طرف اخلاقی معیارات کو منفی انداز میں متاثر کیا تو دوسری طرف جدید علوم و فُنون سے عدم دل چسپی کے مظاہر سامنے آئے۔ تاریخ کے مختلف مراحل میں مسلم ریاستوں میں سامراجی قوتوں نے تعلیمی و اشاعتی اداروں پر جو تباہی و بربادی مسلط کی تھی اُس کا منفی اثر اپنی جگہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت کے طور پر موجود ہے مگر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی ان اداروں کی بے توقیری اور سماجی زندگی سے اُن کی لاتعلقی کی ذمہ دار ہے۔ بعض مسلمان حکمرانوں اور سیاسی رہ نما ایسی کوششوں میں مصروف رہے کہ تحقیق و تنقید اور علمِ طب و فلسفہ کی ترقی کے سفر کو روک لگائی جائے، اس روش کے نتیجے میں بہت سے اطبا و حکما کی حوصلہ شکنی ہوئی،[۱۲۷] ایجاد و اختراع سے لاتعلقی کے رجحانات کو استحکام حاصل ہوا، اجتہاد و تجدید کے بہت سے دروازے بند ہوگئے۔ بعض سیاسی زعما کی عدمِ دل چسپی کے سبب طبی تحقیقات سے وابستہ شخصیات کو مالی وسائل کی کمی کا بھی سامنا رہا۔ وبائی امراض سے متعلق فیصلہ کن اقدامات سامنے نہ آنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سے مسلم ماہرینِ تعلیم نے فہم و ادراک کی ترقی اور نشو و نما پر زور دینے کے بجائے علمی مواد اور متن کو زبانی یاد کرانے یعنی حفظ کرانے پر توجہ مرکوز رکھی۔[۱۲۸]

ب. جانی نقصان

اگر ایک طرف ایسے شواہد ہیں کہ مسلمانوں نے وباؤں کا جرأت، صلاحیت اور ہوش مندی سے مقابلہ کیا تو

125– Pervez Hoodbhoy, *Islam and Science: Religious Orthodoxy and the Battle for Rationality* (London: Zed Books, 1991), 140-154.

126– Misbah Islam, *Decline of Muslim States and Societies: The Real Root Causes and What can be Done Next* (Bloomington, IN: Xlibris Corporation, USA, 2008), 45-154.

127– Justin Stearns, “Enduring the Plague: Ethical Behavior in the Fatwas of Fourteenth-Century Mufti and Theologian”, in *Muslim Medical Ethics: From Theory to Practice*, eds. Jonathan E. Brockopp and Thomas Eich (Columbia, South Carolina: The University of South Carolina Press, 2008), 38-57.

128– M. Umer Chapra, *Muslim Civilization: The Causes of Decline and the Need for Reform* (Leicestershire: The Islamic Foundation, 2008), 96-132.

دوسری طرف ایسے حقائق بھی دست یاب ہیں جو وباؤں کے مضر اثرات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ وبائی امراض نے اسلامی تہذیب و تمدن پر ایسے سنگین اور افسوس ناک اثرات بھی مرتب کیے جن کی تباہ کاریوں کو مسلمانوں کی تاریخ میں کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایامِ ہجرت کے دوران آنے والے وبائی بُخار نے اہلِ مدینہ کو پریشان رکھا۔[۱۲۹] عہدِ رسالت میں ہی مدائن کے لوگ طاعون کے وبائی حملے کا شکار ہوئے۔[۱۳۰] اس سے بہت سی اموات واقع ہوئیں، بادشاہ شیرویہ بھی اس وبا سے محفوظ نہ رہ سکا اور انتقال کر گیا۔[۱۳۱] عہدِ فاروقی میں فلسطین، رملہ، شام، عراق اور دیگر علاقوں کے ہزاروں لوگ بھی طاعون کی وبا کے نتیجے میں لقمۂ اجل بنے، نیز اسلامی دُنیا بہت سی نام ور شخصیات سے محروم ہو گئی۔ یاد رہے کہ ابو عبیدہ بن جراح، یزید بن ابی سفیان، معاذ بن جبل اور اُن کے بیٹے عبد الرحمن، ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہم اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چار بیٹوں کا انتقال انھی ایام میں طاعون کی وجہ سے ہُوا تھا۔[۱۳۲] عہدِ ولید بن عبد الملک میں بصرہ، شام اور کوفہ میں طاعون کی وبا آئی، اس سے روزانہ ایک ہزار کے قریب لوگ موت کا شکار ہو جاتے تھے، اسی عہد میں معروف مسلمان سپہ سالار مسلم بن قتیبہ بھی اس وبا کی وجہ سے انتقال کر گئے۔[۱۳۳] عباسی خلیفہ المقتدی بامر اللہ کے دور میں عراق، شام اور حجاز کے لوگ طاعون میں مبتلا ہوئے۔ اس دوران ایک دن میں اٹھارہ ہزار لوگوں کی اموات تاریخ کے ریکارڈ میں درج ہیں۔[۱۳۴] سقوطِ بغداد کے بعد بھی اہلِ بغداد پر طاعون کا حملہ ہوا۔[۱۳۵] عہدِ خلافتِ عثمانیہ[۱۳۶] اور برصغیر کے مسلم عہدِ حکومت میں بھی وبائی امراض سے لاکھوں اموات ہوئیں۔[۱۳۷]

۱۲۹– البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المرضی، باب من دعا یرفع الوبا والحمی، رقم: ۵۶۷۷۔

۱۳۰– النووی، **صحیح مسلم بشرح النووي**، ۱: ۱۰۶۔

۱۳۱– ابن قتیبہ، **المعارف**، ۶۰۱۔

۱۳۲– ابن کثیر، **البداية والنهاية**، ۷: ۱۲۹۔

۱۳۳– النووی، **صحیح مسلم بشرح النووي**، ۱: ۱۰۶۔

۱۳۴– ابن کثیر، **البداية النهاية**، ۱۳: ۲۱۶۔

۱۳۵– ابن کثیر، **تفسير القرآن العظيم**، ۱۳: ۲۴۸۔

136– Byrne, *Encyclopedia of the Black Death*, 1: 87.

137– https://urduqasid.se/history-and-word-diseases, accessed 11/03/2020

ج. مسلمان آبادی میں تباہ کاریاں

وبائی امراض نے عام لوگوں کو ہی نہیں بلکہ علما، مجاہدین، سپہ سالاروں اور سیاسی رہ نماؤں کو بھی زندگی اور اُس کی دل نشین نعمتوں سے محروم کر دیا۔ تباہیاں اور بربادیاں ملکوں اور شہروں کا مقدر بنیں، بعض اوقات ان وباؤں کے اثرات اس قدر وسیع و سریع ہوتے تھے کہ کئی کئی برِّ اعظم ان کی زد میں آجاتے تھے، کئی مرتبہ شہروں کی پوری آبادی ختم ہو جاتی تھی، غیر معمولی تعداد میں انسانی اموات کے نتیجے میں بہت سی زرعی زمینیں غیر آباد ہو گئیں، بعض مقامات پر قحط اور افلاس نے پنجے گاڑھے، اقتصادی بدحالی اور سیاسی عدمِ استحکام نے مسلمانوں کے عظیم تمدن کو کئی مرتبہ تہ وبالا کیا۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو اگر وباؤں سے نبرد آزما نہ ہونا پڑتا یا مسلمانوں نے ان مہلک و خطرناک امراض کے خلاف مناسب بندوبست کیا ہوتا تو آج مُسلم دُنیا کا نقشہ یک سر مختلف ہوتا، مسلم اُمہ کی آن بان کے انداز و اطوار کسی اور ہی پس منظر کی وضاحت کر رہے ہوتے۔ تاریخ اسلام کے مختلف مراحل میں وبائی امراض کا بار بار آنا مسلمانوں کے طبی علوم و فنون پر ایک اہم سوالیہ نشان ہے۔ علم و فن، سائنس و ٹیکنالوجی اور طب و حکمت کے مختلف شُعبہ جات میں اگر مسلمانوں کی کارکردگی کافی و شافی ہوتی تو لاکھوں انسانوں کو تباہی و بربادی سے بچایا جاسکتا تھا۔ ان حقائق کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کا ضروری تقاضا یہ ہے کہ اسلامی دُنیا ایسی منصوبہ بندی کرے کہ مستقبل میں انسانوں کو وبائی امراض سے بہ آسانی محفوظ رکھا جاسکے۔

۷۔ مستقبل میں وبائی امراض سے بچاؤ کا لائحۂ عمل

دورِ عروج کی اسلامی تہذیب اپنی اصلیت، کارکردگی اور اثرپذیری کے اعتبار سے ایسی غیر معمولی صلاحیّت کی حامل رہی ہے کہ ہر زمانے اور علاقے کے لوگ اس کے لازوال اصولوں سے اخذ و استفادہ کر کے دُنیوی واخروی ہر دو مراحلِ حیات میں کام یاب و کامران ہو سکتے ہیں۔ اس آفاقی تہذیب کے مختلف مصادر و آثار تمام انسانی مسائل کے حل کے لیے مفید و مؤثر ہیں۔ ان صالح اور نفع بخش دعوؤں کے پیش نظر بہت ضروری ہے کہ اسلامی تہذیب کے حاملین مختلف انسانی مسائل پر سنجیدہ غور و فکر کریں اور مسائل و مشکلات کے حل کے ضمن میں ذمہ دارانہ کردار ادا کریں۔[۱۳۸] خصوصاً مسلم تہذیبی اقدار کے علمی و فکری وارثان کا یہ خوش گوار اور ناگزیر فریضہ ہے کہ مستقبل میں وبائی امراض سے بچاؤ کے لیے مناسب و مؤثر منصوبہ بندی کریں۔ اس ضمن میں

138– Ali Hassan Zaidi, "Muslim Reconstructions of Knowledge and the Re-enchantment of Modernity", *Theory, Culture and Society*, 23, no.5 (2006), 69-91.

مقتدر سیاسی و ریاستی طبقات علمی حلقوں کی رہ نمائی و اعانت کریں، مسلم اُمہ کو عیش پسندی اور بے مقصدیت سے گریز کی تلقین کی جائے اور مالی وسائل کو سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ خصوصاً مختلف وبائی امراض سے بچاؤ کے لیے علاج کی منصوبہ بندی اور ادویات کی تیاری پر خرچ کرنے کی حکمت عملی اختیار کی جائے۔ شفاخانوں کے ضروری سامان، وینٹیلیٹرز، ڈاکٹرز کی پیشہ وارانہ ضروریات اور مختلف امراض کے ٹیسٹ کرنے سے متعلق آلات کی فراہمی کو بھی یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ علم و تحقیق سے وابستہ شخصیات کو عزت واحترام اور مالی وظائف سے سرفراز کیا جائے۔ تعلیم و تربیت کے جدید رجحانات پر توجہ دی جائے، تعلیمی اداروں اور تحقیقی مراکز کے قیام و استحکام سے متعلق سنجیدہ اقدامات کیے جائیں۔ نئی نسل کو اخلاقی و سماجی اور پیشہ ورانہ تربیت سے بہرہ مند کیا جائے تاکہ وبائی امراض کے خاتمے کی جدوجہد میں وہ اجتماعیت و تعاون کے آفاقی اصولوں کی پاس داری کر سکیں۔[۱۳۹] تقلید و جمود پر مبنی روش کو خیر باد کہہ کر اجتہاد، تجدید، ایجاد، اختراع، تنقید اور ترقی پسند فکر کی ہمت افروز راہوں پر گام زن ہوا جائے۔ سیاسی، انتظامی اور سماجی شُعبہ جات میں اہلیت، صلاحیت، معیار، عدل، مساوات، انسان دوستی، شورائیت، عوامی رائے کے احترام، شفافیت اور احتساب کے اصولوں کو فروغ دیا جائے۔ مختلف تعلیمی درجوں کے نصابات پر نظر ثانی کر کے انھیں جدید سائنسی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ تعلیمی دُنیا میں ایسے ماحول کو پروان چڑھایا جائے جس سے مختلف شُعبہ جات میں ہونے والی نئی تحقیقات پر طلبہ کی نظر ہو۔ معاشی و مالی وسائل کی فراہمی کے ذریعے اداروں اور افراد کی سرپرستی کو یقینی بنایا جائے۔ علوم اسلامیہ کے اُن پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی جائے جو وبائی امراض کے خاتمے کے ضمن میں معاون ہو سکتے ہیں۔ مسلم ممالک کے طلبہ و محققین کو وُسعتِ نظر سے ہم کنار کرنے اور انھیں احساسِ کمتری سے نکالنے کے لیے غیر ملکی دورے کرائے جائیں، اس عمل سے وہ نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیار کی غیر ملکی جامعات کے تعلیمی و تحقیقی ماحول سے آشنا ہوں گے بلکہ عالمی سطح پر مقابلے کے لیے بھی اپنے آپ کو تیار کر پائیں گے۔

مذاہبِ عالم کے افکار و نظریات کے تقابل سے دل چسپی رکھنے والے حضرات میں ایک اہم بحث مذہب اور سائنس کی باہمی مخاصمت یا موافقت کی ہے،[۱۴۰] وبائی امراض کے خلاف علمی و تحقیقی جدوجہد کو نتیجہ خیز بنانے

139– Jonathan E. Brockopp and Thomas Eich eds., *Muslim Medical Ethics: From Theory to Practice* (Columbia, South Carolina: The University of South Carolina Press, 2008), 211-228.

140– John William Draper, *History of the Conflict between Religion and Science* (New York: The Temple of Earth Publishing, 2013), 21-150.

کے لیے ضروری ہے کہ اس بحث کو منفی انداز میں آگے بڑھانے کے بجائے مختلف مذاہب کی اُن تعلیمات پر توجہ دی جائے جو انسانوں کو مختلف معاملات پر غور وفکر کرنے اور مسائل کے حل تلاش کرنے کی تلقین کرتی ہیں، اسلامی تہذیب اور اُس کی تاریخ کا مطالعہ یہ ترغیب فراہم کرتا ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی کو انسانی فلاح کے لیے بھرپور انداز میں استعمال کیا جائے، ایک قابلِ فخر تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی سائنس دانوں اور دیگر محققین سے تصادم کی روش نہیں اپنائی۔[۱۴۱] وبائی امراض کی تشخیص، علاج، ادویات کی تیاری اور دیگر ضروری مراحل میں تعلیم، تحقیق، تنقید اور ترقی کے اعلیٰ معیارات کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ان اُمور سے وابستہ شخصیات کے مشاہرات اور مختلف نوعیتوں کے وظائف میں قابلِ قدر اضافہ کیا جائے۔ اس سے ان ذہین لوگوں کو یہ ترغیب حاصل ہو گی کہ اپنے مادرِ وطن میں خدمات کی انجام دہی سے نہ صرف یہ کہ قومی اعزاز حاصل ہو گا بلکہ اُن کے مالی حقوق و مفادات کا بھی لحاظ رکھا جائے گا، مالی میدان میں یہ حوصلہ افزائی ماہرینِ علم وفن کو بیرونی دُنیا میں جا کر ملازمت کرنے سے باز رکھنے میں ممد و معاون ہو گی۔

۸۔ نتائج تحقیق

مقالہ ہذا میں پیش کیے گئے مطالعے کے نتیجے میں یہ بات واضح ہوئی ہے کہ وبائی امراض آبادی کے ایک بڑے حصے کو متاثر کرتے ہیں اور یہ ایک فرد سے دوسرے کو سرعت سے منتقل ہوتے ہیں۔ جب کوئی وبا ایک مخصوص علاقے تک محدود رہے تو اسے Epidemic کہا جاتا ہے اور یہ Pandemic میں اس وقت تبدیل ہو جاتی ہے جب اس کی وسعت عالم گیر ہو جائے۔ اس کی حالیہ مثال کرونا وائرس کا مرض ہے جو چین کے شہر ووہان (Wuhan) سے شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل گیا۔

وبائی امراض کی وجہ سے انسانوں نے کثیر الانواع مسائل اور مصائب کا مشاہدہ کیا۔ اگرچہ وبائی امراض سے تمام معاشرے ایک ہی مقدار و حجم میں متاثر نہیں ہوتے لیکن ان کے اثرات ہر معاشرے میں واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ وبائی امراض میں طاعون، بخار، نزلہ، زکام، کالی موت، ہیضہ، ٹائیفائیڈ، خسرہ، چیچک اور کرونا وائرس ایسے جان لیوا امراض شامل ہیں، یہ امراض انسانی معاشرت کے لیے ہمیشہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ معلوم انسانی تاریخ میں ۴۲۰ ق م میں ایتھنز میں آنے والی وبا کے بعد سے وباؤں کی تاریخ کی کافی معلومات موجود

141– Ziauddin Sardar, *Science, Technology and Development in the Muslim World* (London: Croom Helm, 1980), 15-150.

ہیں۔ اطباء، مؤرخین اور مذہبی محققین نے ۴۳۰ق م۔ ۴۲۰ق م، پھر ۱۶۵ء سے ۱۸۰ءتک رہنے والی انتونین کی وبا، ۲۵۰ء سے ۲۷۱ءتک رہنے والے طاعون سائپرس، ۴۴۴ء میں برطانیہ میں پھیلنے والی وبا اور ۵۴۱ء سے ۵۴۲ء تک پھیلنے والے کے طاعون کے بارے میں خاطر خواہ معلومات بھی جمع کی ہیں اور ان پر تحقیقات بھی کی ہیں۔ مسلمانوں نے بھی صدر اسلام سے لے کر مختلف ادوار میں اسلامی معاشروں میں آنے والی وباؤں پر تحقیق کی ہے۔ بعد کے ادوار میں آنے والی وباؤں کی زیادہ تفصیلی معلومات آج ہمارے پاس موجود ہیں جن کی مدد سے یہ جانا جاسکتا ہے کہ کس وبا نے کس وقت کس معاشرے اور علاقے کو کتنا نقصان پہنچایا۔

مسلمانوں کے ہاں وباؤں کا مقابلہ کرنے کی فکر نے صدر اسلام میں ہی اپنی جڑ پکڑ لی تھی۔ جیسے جیسے مختلف اسلامی ادوار میں مسلمانوں کو وباؤں کا سامنا کرنا پڑا ویسے ہی یہ فکر ارتقا پذیر ہوتی گئی۔ قرآن وسنت کی بنیاد پر استوار ہوتی ہوئی یہ فکر مقامی حالات و واقعات اور ضروریات کی بنا پر ارتقائی مراحل سے گزرتے ہوئے مسلمان معاشروں کے وباؤں سے نمٹنے کے رد عمل پر اثر انداز ہوتی رہی۔ اس فکر نے صرف وباؤں سے بچنے کی تدابیر دیں بلکہ امراض کی تشخیص، ادویات کی تیاری اور علاج کے لیے دیرپا اقدامات تجویز کرنے میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔

وبائی امراض کے نتیجے میں اسلامی تہذیب وتمدن میں علمی وفقہی ارتقا ہوا، نیز تحقیق وتنقید کی ترویج، طبی سہولیات کی فراہمی، دانش اور جرأت کی دولت سے مالا مال صالح قیادت کی تشکیل، اسلامی عقائد وروایات پر راسخ ایمان اور سماجی ومعاشی اصلاحات جیسے ایجابی اثرات مرتب ہوئے۔ اس پس منظر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسلامی تہذیب وبائی امراض سمیت تمام مسائل کے حل کے لیے انسانوں کی تعلیم وتربیت اور تزکیے کا بھرپور انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مقالہ ہذا میں وباؤں کے مسلمانوں پر سلبی اثرات کا جائزہ بھی موجود ہے۔ دور حاضر میں جب اسلامی تہذیب وتمدن میں زوال کی وجہ سے وباؤں سے انسانوں کو بچانے میں مسلمانوں کا قائدانہ کردار نہیں ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان قیادت وباؤں سے نپٹنے میں دوسرے ممالک کی صرف تقلید کے بجائے تحقیق و تعلیم کے ذریعے ان سے بچاؤ کے لیے کوششیں بھی کرے اور ان کے علاج کے لیے دواؤں کی تیاری میں بھی اپنا حصہ ڈالے۔ اس طرح نہ صرف مسلمان معاشرے وباؤں کے سلبی اثرات سے محفوظ رہیں گے بلکہ اسلامی تہذیب وتمدن کے احیا کے لیے نئی فکر کی تشکیل کی طرف بھی نتیجہ خیز قدم اٹھا سکیں گے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞